

87۔ آدھا تتر

ابن صفی

یادش بخیر۔۔۔ عمران کی ایک بہن بھی ہوا کرتی تھی جس کا نام مٹھیا تھا۔ کزن تو تین چار تھیں جن کے دم سے گھر کی رونق تھی۔

تو ہوا یوں کہ بالآخر رحمان صاحب کو ایک ”چنگیز خانی“ مل ہی گیا۔ یعنی چنگیز خان کی نسل کا ایک کینڈیڈ میٹ۔۔۔ پتا نہیں خود اس کے سہرے کے پھول کھلنے کی گھڑی آگئی تھی یا مٹھیا ہی کی قسمت نے یاوری کی تھی۔ ویسے سی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل کی بیٹی کے لیے رشتوں کی کمی نہیں تھی۔ لیکن قصہ تھا خاندانی روایات کا۔ خود چنگیزی تھے۔ اس لیے عمران کی اماں بی بھی چنگیز خانی تھیں۔ ظاہر ہے کہ عمران اور مٹھیا نجیب الطرفین ٹھہرے۔ لہذا انہیں ایرے غیروں کے سر کیسے مارا جاسکتا تھا۔

اسے رحمان صاحب کا اقبال ہی کہنا چاہیے کہ یہ چنگیز خانی جو مٹھیا کے لیے منتخب ہوا تھا آلو چھوٹے نہیں بیچتا تھا۔ بلکہ ڈاکٹر تھا، اور ڈاکٹر بھی کیسا جسے وزیراعظم کا معالج ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ڈاکٹر شاہد نے بہت جلد ترقی کی ساری منزلیں طے کر لی تھیں۔ نو جوان ہی تھا اور سرجری میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان پانچ ڈاکٹروں میں شامل تھا جو صدر اور وزیراعظم کے معالجین میں سرفہرست تھے۔

بہر حال رحمان صاحب کی کوٹھی میں شادی کی تیاری کا ہنگامہ برپا تھا اور سب کچھ رونق انداز میں ہو رہا تھا۔ رحمان صاحب باہر سے خاصے ماڈرن نظر آرہے تھے لیکن اندرونی طور پر اول درجے کے قدامت پسند تھے۔

بہت پہلے سے کوٹھی میں قریبی اعزہ کا جمنا ہو گیا تھا اور جینز کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ آج عمران نے بھی اپنی شکل دکھائی تھی اور رحمان صاحب تک پہنچنے سے پہلے ہی کزنس نے اسے لپک لیا تھا۔ کھینچتی ہوئی اس کمرے میں لائیں جہاں لڑکیاں چادروں اور میز پوشوں پر کشیدہ کاری کر رہی

تھیں۔

”ہائیں۔۔۔۔!“ تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ مجھے کشیدہ کاری بھی آتی ہے۔!“ عمران نے حیرت سے کہا۔

”کام جلدی بنانا ہے۔۔۔!“ کسی بنت عم نے کہا۔ ”آپ بھی بس بیٹھ ہی جائیے بھائی جان۔!“

”ضرور۔۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔ ہاں اس کو نے پر ابھی کام نہیں ہوا۔ ڈنڈا اٹھائیے۔ لانا ادھر بڑھانا سوئی اور تارکشی۔۔۔۔۔“

اور وہ سچ سچ بڑی سنجیدگی سے کشیدہ کاری میں ”بتا“ ہو گیا تھا۔

”سنا بھائی جان۔۔۔۔۔ ڈاکٹر شہد سچ سچ چنگیزی ہیں۔۔۔۔۔“ کوئی کزن بولی۔

”اچھا۔۔۔۔۔!“ عمران چونک کر بولا۔ ”کب کی بات ہے۔۔۔۔۔؟“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔!“

”پہلے جہاں رشتہ ہونے والا تھا وہاں وہ خود کو نوشیرواں کی اولاد بتاتا تھا۔۔۔۔۔!“

”کیوں ہوئی چھوڑ رہے ہیں۔۔۔۔۔“

”یقین کرو۔۔۔۔۔“

”اچھا بھائی جان۔۔۔۔۔ یہ نوشیرواں کیا نام ہوا بھلا۔۔۔۔۔“ وہ سری بولی۔

”نام نہیں۔۔۔۔۔ رتبہ ہے۔۔۔۔۔ اس کے پاس نوشیرواںیاں تھیں۔ اس لیے نوشیرواں کہلایا نہیں سمجھیں؟ نویویاں تھیں، بیوی اس زمانے میں شیردانی کہلاتی تھی۔“

”پھر اڑانے لگے۔“

”سنجیدگی سے سنو۔۔۔۔۔ علمی باتیں ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے چونکہ نو عدد بیویاں رکھنے کے باوجود بھی کافی ”شیر“ تھا اس لیے نوشیرواں کہلاتا تھا۔ آج کل تو ایک ہی بیوی والا بھیر ہو کر رہ جاتا ہے۔“

بس کیجیے۔۔۔۔۔ اتنے بڑے بادشاہ میں کیڑے ڈال رہے ہیں۔۔۔۔۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”ایک عادل بادشاہ گزرا ہے۔“

”اس کا کریڈٹ بھی بیویوں ہی کو جاتا ہے۔ نویویوں کے درمیان انصاف کرتے کرتے عادی منصف ہو گیا تھا۔ اس کے عہد میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے اور دوسری گھاٹ والے

گھائے میں رہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس کے خلاف داستان امیر حمزہ لکھوا دی تھی۔“
 ”بہت نہ چپکئے۔۔۔۔۔ آپ بھی پھنسنے والے ہیں۔“
 ”خدا کی پناہ۔“

”ڈاکٹر شاہد چنگیزی کی بہن ڈاکٹر مرزا چنگیزی کی بھی ابھی شادی نہیں ہوئی۔“
 ”یقین نہیں کر سکتا۔ کوئی مرزا چنگیزی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ چنگیز خان چٹی ناک والا ایک منگول چرواہا تھا۔“

”شرم نہیں آتی اپنے جد امجد کو چرواہا کہہ رہے ہیں۔“
 ”شاید گھاس کھا گیا ہوں۔“

”ہاں تو بھائی جان نوشیرواں۔۔۔۔!“ دوسری بولی۔

”بھائی جان نوشیرواں ہونے سے پہلے ہی مرجانا پسند فرمائیں گے۔۔۔!“ عمران نے برامان کر کہا۔
 ”ارے کیا وہ آیا ہے۔۔۔؟“ دروازے کی طرف سے اماں بی کی آواز آئی۔

سنانا چھا گیا اور عمران جو بوکھلا کر چادر سمیٹتا ہوا اٹھتا ہے تو کسی کی انگلی میں سوئی اتر گئی۔ وہ چیخنی تو دوسروں نے بھی ہلڑ مچا دیا۔

”آخر ہو کیا رہا ہے۔“ اماں بی جھلا کر بولیں۔

”کک۔۔۔ کشیدہ کاری۔۔۔“ عمران ہکا بکا۔

”خواہ مخواہ ہر کام میں ٹانگ اڑا دیتے ہیں۔“ ایک کزن نے تنک کر کہا۔

عمران نے چور نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا۔

”اتنے دنوں بعد آیا ہے۔۔۔۔۔ اور یہاں بیٹھ گیا۔۔۔۔“ اماں بی بولیں۔

وہ چپ چاپ کمرے سے نکل کر ان کے پیچھے چلنے لگا۔ رہداری میں رک کروہڑی تھیں۔

”تو نہ آتا تو میں خود تیرے پاس آتی“ انہوں نے کہا۔

”کوئی خاص بات اماں بی؟“

”خدا خدا کر کے یہ دن آیا تھا۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔!“

”لیکن کیا۔۔۔؟“

”میں نہیں جانتی۔۔۔ بھئی ہوگی کوئی وجہ۔۔۔ آدمی نہیں جانتا کہ کب کیا ہو جائے گا۔ اس پر اتنا چراغ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔“

”آخر ہوا کیا؟“

”آخر ہوا کیا؟“

”چل میرے کمرے میں بتاتی ہوں“ وہ پھر آگے بڑھ گئیں۔

کمرے میں پہنچ کر وہ پولیس ”ہینٹ جا چین سے۔۔۔ بتاتی ہوں۔۔“

عمران سامنے والی کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔

”ڈاکٹر شاہد نے استغی دے دیا ہے۔“

”اے استغنی نہیں بھاگ کھڑا ہونا کہتے ہیں اماں بی۔“

کیا بکواس کر رہا ہے۔“

”آپ بھی کہنا چاہتی ہیں نا کہ اس نے مفتی تو زدی ہے۔“

”کیا مجھے ان پر رُخ سمجھتا ہے۔ اس نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔“

”تو پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟“

”مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے لیکن وہ آٹے سے باہر ہو رہے ہیں۔“

”ہوں۔۔۔“ عمران سر ہلکا کر بولا۔

”خدا خدا کر کے انے کفو کا ایک شخص ملا تھا۔“

”ارے تو کہاں بھاگا جاتا ہے۔ کوئی بڑا ایمان ہو گا سامنے۔ اس لیے دے دیا استغفی، ماہر سر جن ہے،

اپنا ہسپتال قائم کر کے لاکھوں سمائے گا۔

”استغنیٰ ابھی منظور نہیں ہوا۔ وزارت صحت کے سیکرٹری کے پاس سے۔ اس نے تمہارے پاس کو

اطلاع دی ہے۔ خود ڈاکٹر شاہد نے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔ مہ لقا تک نہیں جانتی۔“

“محمداً”

”ڈاکٹر شاہد کی بہن۔۔۔ وہ بھی ڈاکٹر ہے۔ راسخوٹ ریکش کرتی ہے۔“

[illegible]

”فضول ماتیں نہ کر۔۔۔۔۔ انہیں کسی طرح بخشنا کر۔۔۔“

”کہاں ہیں؟“

”لاہری میں۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن ثریا راضی ہے اس رشتے پر۔“

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ دونوں ایف ایس سی میں کلاس فیلو تھے۔“

”تب تو ٹھیک ہے۔۔۔“ عمران سر ہلاتا ہوا اٹھ گیا۔

رحمان صاحب کوئی کتاب دیکھ رہے تھے۔ چہرے پر سکون طاری تھا۔ برا فروختگی کا وہ درد و رنج تک پتا نہیں تھا۔

”کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں؟“ عمران نے کھنکار کر پوچھا۔

رحمان صاحب چونک پڑے۔ کتاب میز پر رکھ دی اور اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔ ”آؤ“
عمران قریب پہنچ کر کھڑا رہا۔

”بیٹھ جاؤ“ انہوں نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور اس کے بیٹھ جانے پر سوال کیا۔ ”تین ماہ سے کہاں تھے؟“

”آرڈر لیتا پھر رہا تھا۔ یورپی ممالک سے۔ جہاں تک بھائی ایکسپورٹرز نے اپنا ٹریڈنگ ایجنٹ مقرر کر دیا ہے۔ کمیشن کی ایک لاکھ پچپن ہزار بنیں گے۔“

”میں تمہاری مالی پوزیشن نہیں معلوم کرنا چاہتا۔“

”مجھے شادی کا معلوم ہوتا تو فری پورٹس سے جہیز کا سامان بھی خریدتا لاتا“

”شکریہ اس کی ضرورت نہیں“ وہ خشک لہجے میں بولے۔

”وہ کچھ استغھی کی بات سنی ہے۔“

”ہاں۔۔۔ اگر اس نے استغھی واپس نہیں لیا تو یہ شادی بھی نہ ہو سکے گی۔“

”اگر فیصلے میں جلدی نہ کی جائے تو بہتر ہے۔“

”استغھی ابھی منظوری کے لیے پیش نہیں کیا گیا۔“

”بس تو پھر مجھے تھوڑا سا وقت دیجئے۔“

”تم کیا کرو گے؟“

بوکھلا کر استغھی واپس لے لے گا۔“

”کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت بھی پسند نہ کروں گا۔“

کس کی۔۔۔؟“ عمران کی لہجے میں حیرت تھی۔

”تمہاری۔۔۔“ وہ اسے گھورتے ہوئے بولے۔

”جب سے ٹیوننگ ایجنسی سنبھالی ہے۔۔۔“

”فضول باتیں نہ کرو۔“

”جی بہتر۔۔۔“

”اس کے ساتھیوں کو بھی علم نہیں ہے کہ اس نے استغھی دیا ہے حتیٰ کہ بہن کو بھی میرے ہی توسط سے اس کا علم ہوا ہے۔“

”اچھا وہ کیا نام ہے۔۔۔ ڈاکٹر۔۔۔ لقا۔۔۔ ماحول۔۔۔ ملتا۔۔۔“

رحمان صاحب نے اسے تیز نظروں سے دیکھا اور پھر دوسرے طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

”اس نے پوچھا تو سرے سے انکار ہی کر دیا۔ کہتا ہے کہ میں نے تو ایک نفقے کی چھٹی کی درخواست دی ہے اور یہ وقفہ شہر سے باہر گزارنا چاہتا ہوں۔“

”جھوٹ بھی بولتا ہے“ عمران نے پرتاسف لہجے میں کہا۔

”تم یہاں اس وقت کس لیے آئے ہو؟“ رحمان صاحب غرا کر بولے۔

”خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔۔۔ لیل۔۔۔ لیکن۔۔۔“

”اب جا سکتے ہو۔۔۔“ رحمان صاحب نے کتاب اٹھاتے ہوئے کہا۔

”سلام علیکم۔۔۔“ عمران نے مودبانہ کہا اور اٹھ کر انہری سے نکل آیا۔ اس کے بعد سید حاشیاء کی طرف گیا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

”وعلیکم السلام۔۔۔“ کہتا ہوا وہ بیٹھ گیا۔ حالانکہ شریاء نے سلام نہیں کیا تھا۔

”کیسے یاد آ گئے ہم لوگ۔۔۔؟“ شریاء بولی۔

”تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔۔۔ ڈاکٹر شاہد میں کیڑے نکالنے نہیں آیا۔ نیک نام آدمی ہے۔ فدوی قسم کا شوہر ثابت ہو گا۔“

”شکریہ“ ثریا نے جلتے کتے لہجے میں کہا۔

”اور تمہیں اس کا بھی علم ہو گا کہ۔۔۔“

”مجھے معلوم ہے۔۔۔“ عمران کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی بول پڑی۔

”کیا خیال ہے۔۔۔“

”میں کیا جانوں۔۔۔“

”استغھی دینے کے باوجود بھی وہ فقیر نہیں ہو جائے گا۔“

”ظاہر ہے۔۔۔“

”لیکن! در شاہی کا خیال ہے کہ استغھی ہو جانے کی صورت میں وہ دامادی کے شرف سے محروم رہے

گا۔۔۔“

”ڈیڈی کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔“

”اچھا تو پھر میں ڈاکٹر شاہد کو جواب دے آتا ہوں۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔“

”پھر تم کیا چاہتی ہو۔۔۔؟“

”میں کیا بتاؤں۔“ ثریا نرم پڑتی ہوئی بولی۔

”وہ خود ڈاکٹر سے نہیں پوچھیں گے کہ اس نے استغھی کیوں دیا ہے۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“

”اس لیے یہ میرا فرض ہو جاتا ہے۔“

”لیکن سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ استغھی کو چھپایا کیوں جا رہا ہے۔“

”کیا مدد لقا سے تمہاری گفتگو ہوئی ہے۔“

”ہوئی تھی لیکن وہ کچھ نہیں جانتی۔“

”وہ ایک ہفتے کی چھٹی کی درخواست۔۔۔؟“

”مدد لقا سے معلوم ہوا ہے۔“

”ان محترمہ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ فی الحال ڈاکٹر شاہد سے براہ راست گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔“

”اس وقت اپنی کلینک میں ہوگی۔ تو ارکوا ایک بجے تک بیٹھتی ہے۔ شام کو کلینک بند رہتا ہے۔“

”مطلب یہ ہے کہ میں ایک بجے کے بعد کلینک میں ہی اس سے مل لوں۔“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“

”ارے تو چہرے پر یہ ماتمی فضا کیوں طاری کر رکھی ہے۔ تیرا بھائی تو نہیں مر گیا۔“

”خدا نہ کرے۔۔۔! ثریا کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔

”پگلی کہیں کی۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب مادر شاہی نہیں چلے گی۔“

”ڈیڈی سے نہ الجھئے گا۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔۔۔“ عمران بولا۔ ”اچھا بس ہر وقت مسکراتے رہنے کا وعدہ کرو پہلے۔“ وہ

زیر دہی مسکرا دی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں چلا۔۔۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ اماں بی سے کہہ دینا ڈیڈی سے اس سلسلے میں کوئی

بات نہ کریں۔“ ثریا نے سر کو اٹھاتی جنبش دی۔

تھوڑی دیر بعد عمران کی ٹوسیٹر ڈاکٹر ملہ لقا کے کلینک کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔

سائڑھے بارہ بجے تھے اور عمران کے چہرے پر بارہ بج رہے تھے۔ کیونکہ اس نے اس سے پہلے کبھی

ڈاکٹر ملہ لقا کو نہیں دیکھا تھا اور یہ نام تو بچپن سے ہی اس کے لیے سوہان روح رہا ہے۔ جس سکول میں

ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اس کی ہیڈ مسٹریس کا نام بھی ملہ لقا تھا۔ بڑی خونخوار اور خاصی بھاری بھر کم

عورت تھیں۔ اس کے ماتحت استانیات انہیں ملہ لقا کے بجائے ”فیل پا“ کہا کرتی تھی۔

خونخوار عورت تھیں اور عمران کم از کم نفٹے میں دو بار ان کے ہاتھ سے ضرور پٹتا تھا۔

ملہ لقا چر ڈسن تھیں مگر عمران انہیں ملہ لقا چیر پھاڑ کھن کہتا تھا۔ ساتھی بچے شکایت کر دیتے تھے اور پھر

ہوتی پٹائی۔

بہر حال اس نام پر عمران کے ذہن میں انہیں کا چہرہ ابھرتا تھا۔

گھاڑی اس نے کلینک کے سامنے روکی۔ کئی گاڑیاں اور رکھڑی ہوئی تھیں۔ وہ سیدھا اندر چلا گیا اور

ایک نرس سے ڈاکٹر ملہ لقا کے بارے میں استفسار کیا۔

”وہ۔۔۔۔۔ باہر جا رہی ہیں۔“ نرس نے اشارہ کیا۔

عمران نے مڑ کر دیکھا۔ ایک دہی عورت ایک غیر ملکی سفید فام عورت کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ دونوں کی پشت اس کی طرف تھی۔

عمران تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تھا اور ٹھیک اس وقت ان کو جالیا تھا جب وہ ایک گاڑی میں بیٹھ رہی تھیں۔

”معاف کیجئے گا“ عمران نے بوکھلائے انداز میں کہا ”میں آپ سے ملنے آیا تھا۔“

”تو تشریف رکھئے میں ابھی آتی ہوں۔۔۔ ایک مریض کو دیکھ کر۔۔“

”جی بہت اچھا۔۔“

سفید فام لڑکی نے انجن سٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ عمران کھڑا دیکھتا رہ گیا۔ نئے ماڈل کی شاندار مرسیڈیز کار تھی۔

وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں چلتا ہوا انتظار گاہ میں آیا تھا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اونگھنے لگا تھا۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن ملقا کی واپسی نہ ہوئی۔ ذرا یہی دیر میں عمران نے اس کا تفصیلی جائزہ لے لیا تھا۔ وہ اس کی تصوراتی ملقا سے بالکل مختلف تھی۔ نہ بھاری بھر کم اور نہ بد صورت۔ آواز میں بھی نرمی تھی۔ مزید آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ وہ کلینک کے عملے میں بھی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ معاملہ تھا آدھے دن کی چھٹی کا۔۔۔ اور اب دو بجنے والے تھے۔ قاعدے سے ایک ہی بجے کلینک کو بند ہونا چاہئے تھا۔

عمران اٹھ کر ڈپنسری کی طرف چلا گیا۔

کمپاؤنڈ رائیگزس سے کہہ رہا تھا۔ ”کیسے کلوز کروں۔۔۔ گاڑی چھوڑ گئی ہیں۔ مجھے رکنا پڑے گا۔ تم لوگ جاو۔۔۔“

”کیا ہمیشہ اسی طرح چلی جاتی ہیں۔۔۔؟“ عمران نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”آپ کون ہے جناب۔۔۔؟“ کمپاؤنڈر نے اسے کھورتے ہوئے سوال کیا۔

”مجھے بٹھا کر گئی ہیں۔۔۔ ان سے ملنے آیا تھا۔۔“

”کچھ کہا نہیں جاسکتا کہ کب آئیں گی۔۔“

”میں قیامت تک انتظار کروں گا۔“

”آپ ہیں کون۔۔۔؟“

”ایک مریض۔۔۔“

”وہ مردوں کو نہیں دیکھتیں۔۔۔“

”نہ دیکھنا ہوتا تو مجھے۔۔۔۔۔ بٹھا کر کیوں جاتیں۔۔۔“

”میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔ بیٹھے۔۔۔“

”کیا کوئی غیر ملکی مریض ہے۔۔۔۔۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔۔۔“ نرس بولی۔۔۔ ”میرے علم میں تو کوئی انگریز مریض کبھی نہیں رہا۔“

”مریضہ ہوگی۔۔۔۔۔ مردوں کو کہاں دیکھتی ہے۔۔۔“ عمران نے کمپاؤنڈر کو آنکھ مار کر کہا اور وہ اسے غصیلی نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔

”جی نہیں۔۔۔۔۔ کوئی غیر ملکی مریضہ بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔ اور اس لڑکی کو میں نے یہاں پہلی بار دیکھا ہے۔۔۔۔۔“

”آخر گئی کہاں ہیں۔۔۔۔۔؟“

”کسی کو بھی بتا کر نہیں گئیں کہ کہاں جا رہی ہیں۔۔۔۔۔“

”بڑی مصیبت ہے۔۔۔۔۔ میں بکروں کی ریٹ لایا ہوں۔۔۔۔۔“

”بکروں کی ریٹ۔۔۔۔۔“

”جی ہاں۔۔۔۔۔ اپنا بکرا خود ذبح کریں گی۔۔۔۔۔ قصابوں نے وحاندانی مچا رکھی ہے۔۔۔۔۔“

”مجھ سے تو نہیں کہا۔۔۔۔۔“ نرس بولی۔

”کلینک میں نہیں ذبح کریں گی۔۔۔۔۔“

”آپ پتا نہیں کیسی بات کر رہے ہیں جناب۔۔۔۔۔“ سیاہ فام کمپاؤنڈر نے لال لال آنکھیں نکالیں۔

”آپ نے ڈاکٹر زیدی کے کمپاؤنڈروں کو دیکھا۔۔۔“ عمران نے نرس سے پوچھا۔

”جی نہیں۔۔۔۔۔“

”ایک سے ایک گلہ فام اور گونگھریالے بالوں والا ہے اور ایک یہ ہیں۔۔۔۔۔“ عمران نے کمپاؤنڈر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”آپ کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔“ کپتان منڈر بھنا کر بولا۔

عمران نے اس کی طرف توجہ دے بغیر نرس سے کہا۔ ”گوشت کی پرالیم کا وہ حل یہ ہے کہ کچھ دوگ
مل ٹریک تندرست رہتے ہو تو بکر خریدیں۔“ رفاخ نرس کے آپس میں تقسیم کریں۔ رفاخ بکر تو قریب
قریب سب رکھتے ہیں۔ نہیں بھی رکھتے تو پڑھنی پر پڑھنی کا حق بہر حال ہوتا ہے۔ جب گوشت ختم ہو
جائے تو پھر بکر خریدیں۔ خریدیں کیاں سے انہیں مجھ سے معاملہ طے کریں۔ بازار سے اتنا گوشت
نہ لے تو یہ دھند ہی چھوڑ دیں گا۔“

”آپ شریف ہے جی۔۔۔۔۔ ہمیں نہیں چاہیے بکر،“ کپتان منڈر چپ چاپ۔
”ہاں تو میں خود بھی آپ کو نہیں دے گا۔ ڈاکٹر وہاں کہہ رہا ہے کہ اس کا روک نہیں۔۔۔“
”یہ وہ کر کیا ہوتا ہے جناب۔۔۔۔۔“ نرس نے مسکرا کر پوچھا۔
”کپتان صاحب جانتے ہیں۔“

”میں صاحب نہیں ہمارے ہوں۔۔۔۔۔ آپ شریف لے جائیں۔۔۔“
”پنی زبان سے تو نہ کہیں۔۔۔۔۔“
”آپ چپے چپے جائیں یہاں سے۔۔۔۔۔“

”کیسے پھر جاؤں ڈاکٹر مدد کا بھٹا لگائی ہیں۔“
”تو جا کر بیٹھے نہیں کی نرسی پر۔۔۔۔۔“

”آئیے۔۔۔۔۔ آئیے۔۔۔۔۔ میرے ساتھ آئیے۔۔۔۔۔“ نرس دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی ہوئی۔
عمران اس کے پیچھے انتظار گاہ میں آیا۔
”یہاں بیٹھے۔۔۔۔۔ وہ بد دماغ ہے۔ ذرا سی دیر ہوئی تو پاگل ہو جا رہا ہے۔“ نرس نے کہا۔
”یہ حالت کا مادی نہیں معلوم ہوتا۔“

”جی نہیں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر بہت با اصول ہیں۔ مجھے تو نہیں پتا کہ کیا پہلے کبھی ہو ہو۔ یقیناً وہ قریب
ہی ہوں گی ورنہ پانچ منٹ کی بات رہی ہوگی۔ ورنہ وہ صاف انکار کر دیتیں۔“
”یہ نہ کہیں۔۔۔۔۔ معذرت، نگرینہ کی کا تھا۔“

”آپ شاید ڈاکٹر کو بھی صرح نہیں جانتے، انہوں نے خود بھی انگلستان ہی میں تعلیم حاصل کی ہے

ورسفیڈی مونس سے قطعی مرعوب نہیں ہیں۔"

"تب تو بڑی چھٹی بات ہے۔۔۔۔۔"

"ہی ہے مجھے تشویش ہے۔ ہی کی گاڑی پرگنی ہیں نہیں، ایکسیڈنٹ تو نہیں ہو گیا۔۔۔۔۔"

"رے نہیں۔۔۔۔۔ یہ نہ سوچئے۔۔۔۔۔"

"سوچنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ اگر کوئی مجہ ہوتی تو یقیناً فون کر دیتیں کہ ان کا منظر نہ دیکھا جائے، مرکلینک بند کر دیا جائے۔۔۔۔۔"

"اگر یہ بات ہے تب تو سوچنا پڑے گا۔" عمران نے کہا، "رڈ ہین پر زہ روینے لگا۔ نئے ماڈل کی مرسیدز پر تھی۔۔۔۔۔ مرنمبر۔۔۔۔۔ نمبر اس نے غور سے دیکھتے تھے، مرنمبر یا دشت دھوکا نہیں دے رہی تھی تو ڈہن میں نمبر محفوظ بھی تھے، ایکس، مانی زید تعین سو یا رہ۔"

"آپ گھر پر فون تو کیجئے۔۔۔۔۔" عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔۔۔۔۔ میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔" وہ اٹھتی ہوئی ہوئی۔

"وہ چلی گئی تھی، مرنمبر سوچ میں گم رہا تھا۔ تمبوزی دیر بعد واپس آئی۔"

"کوئی میسج نہیں ہے جناب۔۔۔۔۔" اس نے اطلاع دی۔

"کیا فون پر ڈکٹر شاہد تھے؟"

"نہیں جناب۔۔۔۔۔ مدد نہ تھا، ڈکٹر شاہد تو گیارہ بجے ہی نہیں چلے گئے تھے۔"

"باہر چلے گئے تھے۔۔۔۔۔؟"

"جی ہاں۔۔۔۔۔ وہ ڈکٹر کو اپنی رہ گئی کی اطلاع دینے یہاں آئے تھے۔ لیکن شاید ڈکٹر نہیں

چاہتی تھیں کہ وہ باہر جائیں۔۔۔۔۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

دونوں میں خاصی دیر تک بحث و تکرار ہوتی رہی پھر وہ چلے گئے تھے، مرنمبر تک ڈکٹر کا موبائل برباد رہا تھا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔۔۔۔۔"

"اب سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔۔۔۔۔"

چا رہے تھے۔ پھر رُک کر کے پولیس کو فون کیجے گا۔ کسی ذمہ دار آدمی کی موجودگی میں کلینک بند کر کے گھر چلی جائیے۔۔۔۔۔"

"ورگاڑی۔۔۔۔۔"

"میرے مطلب تھے کسی پولیس آفسر کی موجودگی میں یہ کارروائی ہونی چاہئے اور گاڑی بھی اس کے سپرد کیجئے۔۔۔۔۔"

.....

بات بڑھ گئی تھی۔ ڈاکٹر ملحقہ کی، اپنی آنکھ بکے تک نہیں ہونی تھی۔ اس دوران میں عمران نے مریضہ کی گاڑی کے رجسٹریشن نمبر کے حوالے سے خاصی معلومات فراہم کرن تھیں۔ اپنے ماتحتوں کو ان سے متعلق ہر بات دینے کے لیے ایکس و، اے فون کارڈ سہوار بھیجا تھا کہ سنٹ روہم وے فون کی کھنٹی بجی۔ ریسیور کھڑے ہوئے۔ میں آیا۔ کال ریسیور کی۔ دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی تھی۔

"کیا تم آج ملحقہ کے کلینک گئے تھے۔۔۔۔۔؟"

"جی ہاں۔۔۔۔۔، رٹھالی بکے تک ان کی، اپنی کا انتظار کرتا رہا تھا۔"

"کہہ نڈرنے اپنی رپورٹ میں تمہارا ذکر ایک مشتبہ آدمی کی حیثیت سے کیا ہے۔۔۔۔۔"

"کہہ نڈرنے میں۔۔۔۔۔"

"اپنی، تمہاری گفتگو کا پورا حوالہ بھی دیا ہے۔"

"دیا ہوگا جناب۔۔۔۔۔ سب رپورٹوں میں سنا تھا کہ میں اپنا تعارف ڈاکٹر شاہد کے ہونے والے سے کی حیثیت سے کرا دیتا۔"

"جو اس مت کرو۔۔۔۔۔"

"جی بہت چھا۔"

"فور گھر پہنچو۔۔۔۔۔"

"بہت بہتر۔"

رہیو رکتھ کر وہ پلھر دوسرے کمرے میں پہنچا اور ایکس ٹو والے فون پر صفدر کے نمبر ڈال کے۔

"ہیو۔۔۔۔۔" دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔

"یکس ٹو۔۔۔۔۔"

"ہیل سر۔۔۔۔۔"

جویہ کی رپورٹ کے مطابق وہ گاڑی کسی غیہ ملکی ڈیوڈ ہملٹن کے نام پر رجسٹر ہوئی تھی۔ جو گیارہویں

شمارہ کی عمرت سام بڈنگ کے ساتویں فلیٹ میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں مزید

معلومات۔۔۔۔۔"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔۔"

"دوسری بات۔۔۔۔۔" جبارہ نج ٹرینٹالیس منٹ پر اس گاڑی کو ایک سفید ریمو کی ڈرائیو کر رہی

تھی۔ اس کے بال خروٹ کی رنگت کے ہیں مگر ہیں، پچیس سال کے درمیان، پر پی ہونٹ پر

بانٹیں جانب بھر ہو سرخ تل ہے۔ جبارہ نج ٹرینٹالیس منٹ پر وہ ایک میڈی ڈاکٹر ملحقہ کو اپنے

ساتھ لے گئی تھی کسی مریض کو دکھانے کے لیے۔ ڈاکٹر ملحقہ کی وہ چہی بھی تک نہیں ہوئی۔ یہ

مطلب ہے آٹھ بجے تک۔ اب آٹھ بج کر ستھ منٹ ہوئے ہیں۔ انکو کایس بھی ہوتا ہے۔ تمہیں

دیکھنا یہ کہ وہ ٹکی بھی سی فلیٹ میں رنق ہے یا نہیں۔۔۔۔۔"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔۔"

"دیس آل۔۔۔۔۔" یہ ہے مگر ان نے ریسیور رکھا یا۔

کمرے سے نکل ہی رہا تھا کہ میمان سے مدد بھیجی ہوئی۔

"کبھی فرصت بھی ملے گی۔ آپ کو۔۔۔۔۔" اس نے کہا۔

"فرصت ہی فرصت ہے۔۔۔۔۔" کیا تکلیف ہے تمہیں۔۔۔۔۔؟"

"میری موٹھ کے وہ بال سفید ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔"

"حمد اللہ۔۔۔۔۔" بقیہ کب تک سفید ہو جائیں گے؟"

"آپ سنجیدگی سے میری بات سن دیجئے۔۔۔۔۔"

"کی وقت۔۔۔۔۔"

سی سے پہلے ہی پوچھتا تھا کہ فرصت ہے یا نہیں۔۔۔۔۔"

"موتیچھکے" اندر دونوں کے لیے قطعی فرصت نہیں۔۔۔۔۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا کہ تیسرا بل بھی غنید ہو جائے تو پھر شادی نہیں ہوتی۔"

"جوزف کہہ رہا تھا تو پھر ٹھیک ہی ہوگا۔ نہ مجھے غنید بالوں کا تجربہ ہے نہ شادی کا۔"

"آپ مجھے پندرہ دن کی چھٹی دیں گے۔"

"جب تیسرا بل سفید ہو جائے گا۔ اب چل بیٹ سامنے سے گھر میں چلی ہوئی ہے۔"

"گھر میں چلی ہوئی ہے؟"۔۔۔۔۔ سیمان نے حیرت سے کہا۔

"بے ہوش۔۔۔۔۔ کی اونٹیا گھر سے باہر اس کی شادی کا پتہ چل رہا ہے۔"

"کس سے۔۔۔۔۔؟"

"قادر سے۔۔۔۔۔ عین قادر سے پسند نہیں ہے۔"

"رے میری شکل اسے یاد ہے یا نہیں۔۔۔۔۔؟"

"کوئی تازہ تصویر، دے۔۔۔۔۔ صورت بھی یاد آ جائے گی۔"

"تو گویا بھی کنجاش ہے۔۔۔۔۔؟"

"بالکل۔۔۔۔۔ بالکل گلرش کی پسند کا معاملہ ہے۔"

سیمان قریب قریب وہ ڈراما موہاں سے رخصت ہوا تھا، رہا یہی میں بھی، یہ نہیں گائی تھی۔ چارٹ

کارڈس کی تصویر عمرن کی طرف بڑھاتا ہوا ہوا۔ "تازہ ترین تصویر ہے۔"

عمرن ہی کا کوئی سوٹ پہنے ویسٹ سے نیک لگائے نظر آتا تھا۔

"چھ تو یہ عیاشیاں ہوتی ہیں میری عدم موجودگی میں؟"۔۔۔۔۔ عمرن نے تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ ہی کے نام پر مرتا ہوں۔ لوک دیکھتے ہیں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کون صاحب ہیں۔"

رے جانتے نہیں۔۔۔۔۔ عمرن صاحب کے خانساں چوبدری سیمان صاحب ہیں۔"

"چوبدری بھی ہیں۔۔۔۔۔"

"نوسٹر ڈریو کرنے والا ہوا تو کہاے گا نہیں۔۔۔۔۔"

"ٹھیک کہتا ہے۔۔۔۔۔ ایک کوٹھی بھی تیرے نام مرادوں گا۔"

نہ نہیں تھی جس پر ملقاے جانی گئی تھی۔ اس کا رجسٹریشن نمبر ایک عدد کا تھا اور سیریل بھی وہ نہیں تھا۔ وہ تھا نے میں داخل ہو بڑی نچارج کے کمرے میں موجود تھی اور صد فی صد ہی بڑی تھی جو ملقا کو لے گئی تھی۔ ڈاکٹر ملقا کا کپہ نڈر بھی موجود تھا۔

عمرن کو دیکھتے ہی بول پڑا۔ "یہی صاحب تھے جو ہمارے نیچے آئے تھے۔" عمرن نے اپنا کارڈ اسپتال کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا تھا اور کھڑ ہو گیا تھا۔

"مجھے افسوس ہے جناب۔۔۔۔۔" اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کا معہہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں ہی تھا اپنا ایک دوست کی بیوی کے بے وقت پنے گیا تھا۔" عمرن نے کہا اور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بڑی ماحول سے تعلق نظر آ رہی تھی۔

"کیا آپ نے سے بتا دیا ہے کہ اسے کیوں رہا گیا ہے۔۔۔۔۔؟" عمرن نے اسپتال سے پوچھا۔ "نہیں جناب۔۔۔۔۔ وہ ہمیں فون کرنا چاہتی تھی۔ عین میں نے اجازت نہیں دی۔ دراصل سی آئی بی کے سپرن فیض کی کال گئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ بڑی کی شناخت کے لیے کسی کو بھیج رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ یہی بڑی تھی۔۔۔۔۔" عمرن بولا۔

"کپہ نڈر نے بھی شناخت کر لیا ہے۔"

"بڑی نے فور اسٹرف کر لیا کہ وہ ڈاکٹر ملقا کو لے گئی تھی۔"

"کلینک سے صرف ڈھائی فرامنگ کے فاصلے پر رتی ہوں۔" اس نے کہا بھی یہی ہو تھا۔

"قریبی کلینک ہی تھا میں سیدھی۔ ہیں گئی تھی۔"

ورڈ کٹر ملقا کو اپنی ہی گاڑی پر کلینک بھی اپس پہنچا دیا تھا۔۔۔۔۔ "؟ اسپتال نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ میں نے کہا تھا کہ پہنچا ہوں۔۔۔۔۔ عین اس نے کہا کہ فی صد زیادہ نہیں ہے۔"

اسے راستے ہی میں کسی جگہ رک کر کچھ خریدنا بھی ہے۔ پیدل ہی واپس ہوئی تھی۔

اسپتال نے عمرن کی طرف دیکھا اور عمرن ہر ہلکا کر بولا۔ "ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو ہو۔ سے بتا دیجئے کہ

مہلقاب تک گھر نہیں پہنچی۔

انسپیکٹر نے ٹرکی کو طعنے دی۔

"خدا کی پناہ۔۔۔۔۔ تو اس سے مجھے رہ کا گیا ہے۔ اب تو مجھے گھر فون کرنے دیجئے۔" ٹرکی نے کہا۔

انسپیکٹر نے عمرن کی طرف دیکھا۔ اب ٹرکی بھی پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

عمرن کے چہرے پر حماقتوں کے ڈھنگرے برس رہے تھے۔ اس نے عمرن سے کہا۔ "شاید تم ہی تو تھے جس نے چپتہ وقت ڈاکٹ سے کچھ بہا تھا۔"

"سی قصور پر تو میں پڑا، ابو یا گیا سوں۔" عمران نے کہا۔

"سول یہ ہے کہ مرہ نامب موٹنی ہے تو میرا کیا قصور۔۔۔۔۔؟"

"یہی تو میں بھی بہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔ مسٹر انسپیکٹر۔۔۔۔۔ یہ دھبہ باقی ہم دونوں کو بھانسنے کی جرات دیجئے۔ ہم باکل بے قصور ہیں۔"

"ظاہر ہے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے۔۔۔۔۔" انسپیکٹر نے جانا کہہ دیا۔ "آپ دونوں اپنے تحریری بیان دے کر جا سکتے ہیں۔"

"شکریہ۔۔۔۔۔ ایسے کاغذ۔۔۔۔۔" عمران جیب سے کاغذ نکالتا ہوا "ٹرکی سے کہا۔" تم بھی وہی لکھ دو جو بھی کہا تھا۔"

"باکل لکھ دوں گی۔۔۔۔۔"

دونوں نے اپنا اپنا تحریری بیان انسپیکٹر کے حوالے کر دیا تھا۔

"تو پھر جاؤ ہم دونوں۔۔۔۔۔" عمران نے اطمینان سے ان میں انسپیکٹر سے پوچھا۔

"ضرور۔۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔" انسپیکٹر ہنستا ہوا "مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ دونوں کو زحمت ہوئی۔"

عمرن و ٹرکی ساتھ ہی نکلے تھے۔

"کیسی دشواری میں پڑ گئی ہوں۔" ٹرکی نے کہا۔ "پاپا کو علم ہو گا تو ان کے مرض میں اضافہ ہو جائے گا۔"

"تجربہ معذور کا کافی علاج صرف یونانی طب کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ جدید میڈیکل سائنس تو اس میں

نا کام ہو چکی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔۔۔ پانچ سال سے مسلسل علاج ہو رہا ہے۔ فقی طور پر فاقہ ہوتا ہے اور پھر وہی مصیبت۔۔۔۔۔"

"مجھے یونانی علاج میں خاصہ دخل ہے۔ اس ریویو میں دیکھ لوں تمہارے پاپا کو۔۔۔۔۔"

بڑکی نے غور سے سے دیکھا۔ کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "چلو، چھانے، تم سر نہیں اس لیڈی ڈاکٹر کے سسے میں مضمین برکتو میہ سے ایسے بہت ہو گا۔ ظاہر ہے کہ جب میں پناہ گیری کیاں دے چکی ہوں تو آئندہ کارروائیوں میں مجھ سے مزید پوچھ گچھ ہو سکتی ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔۔۔۔۔"

"میں تم سے سندا کرتی ہوں کہ ضرور چلو میرے ساتھ۔ میں سخت نرم ہوئی تھی۔ یہ سن کر وہ بھی تک گھر نہیں پہنچی۔ تم نے بڑا سہارا دیا۔ اگر تم بخل اندازی نہ کرتے تو یہ آفس آسانی سے پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ کم از کم رات بھر ضرور بند رکھتا۔"

"چومیر سے ساتھ۔۔۔۔۔ اس کے بعد جہاں ہو گئے خود پہنچاؤں گی۔"

"ضرور۔۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔"

عمرن اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ بڑکی ڈرائیو کر رہی تھی۔

"تم مجھے بہت ٹریفک دی معلوم ہوتے ہو۔" اس نے کہا۔

"پتا نہیں۔ میں تو نہیں جانتا۔" عمرن نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"میرے پاپا ہر رضیت ہیں۔ تمہاری حکومت نے ان کی خدمات حاصل کی ہیں۔"

"چھ۔۔۔۔۔ چھ۔۔۔۔۔ میں ان کا علاج کروں گا۔"

"لیکن ہم لوگوں کے لیے یہ طریقہ علاج نیا ہو گا۔"

"بڑی مذید وہ بات ہوتی ہیں۔ تم تو یہ چاہو گی کہ انہیں وسٹ پر گار کھا جاو۔"

"تب تو بڑی چھٹی بات ہے۔ میری چھینٹوں کا علاج بھی کر دینا۔ آتی ہیں تو آتی ہی چلی جاتی ہیں۔"

"چھینٹنے سے پہلے ناک میں سر سر ہٹ ہوتی ہے یا کان میں۔۔۔۔۔؟"

اس پر تو غور نہیں کیا۔۔۔۔۔"

"ب غور کرنا۔۔۔۔۔"

"تو تم بھی ڈکٹر ہو۔۔۔۔۔؟"

"حکیم۔۔۔۔۔ یونانی علاج کرنے والے حکیم کہلاتے ہیں۔"

"کیا اس لیدی ڈکٹر سے تمہاری دوستی ہے؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ پہلی بار گیا تھا۔ ایک دوست کی بیوی کے لیے وقت لینے۔ جو یونانی طریق علاج پر یقین نہیں رکھتے۔"

"مذید وہ کس سے پسند نہیں ہیں؟"

"خدا جانے۔۔۔۔۔ وہ معاف کرنا۔۔۔۔۔ میں نے تمہارا نام نہیں پوچھا۔"

"میر نام نہ کوئی لیا۔۔۔۔۔ تم نیکی بہہ سکتے ہو۔"

"شکریہ۔۔۔۔۔ میرا مسمران ہے تمہارا بہہ سکتی ہو۔"

"بیہورن۔۔۔۔۔" وہ ہنس کر بولی۔

"بیہوشی۔۔۔۔۔"

"تنی ڈرسی ویر میں ہم دوست بن گئے۔" لڑکی پھر ہنس پڑی۔

وہ عمرن بھی احتملاً انداز میں ہنس پڑا۔

"میں نے محسوس کیا ہے کہ تمہارے یہاں لڑکے" لڑکیاں الگ الگ رہتے ہیں۔"

"وہ مجھے یہ بات سخت نا پسند ہے۔"

"تمہاری کوئی رل فرینڈ ہے۔۔۔۔۔؟"

"یہ تو یہ بات سخت نا پسند ہے کیونکہ کوئی رل فرینڈ نہیں ہے۔"

"میں کیسی رہوں گی۔"

"تت۔۔۔۔۔ تت۔۔۔۔۔ تم تو بہت اچھی ہو۔۔۔۔۔" عمران ہکلا یا۔

"شکریہ۔"

گاڑی ایک عمارت کے کپاڑے میں داخل ہو رہی تھی۔ خاصا کشادہ ان تھا، روشنی کا بھی محسوس

”کنگلٹن سٹوٹ سے زور دیتی تھی کہ روکی گئی۔ پھر یہ مسٹر عمران شاید میری شناخت کے لیے
 ہوئے گئے تھے۔“

 $\pi \text{ --- } \frac{\pi}{2} \text{ --- } \frac{\pi}{2} \text{ --- } \pi$

"ورپس نے پولیس فیس کا دماغ درست کر دیا۔۔۔" عمران بولا۔

"تمہارے بہت بہت شکریہ۔۔۔ ہم یہاں، جتنی ہیں۔۔۔ بیٹھ جاؤ، کھڑے کیوں ہو۔۔۔ بے بی۔۔۔
نکلی رات مرے۔۔۔"

"کیا ہو گئے۔۔۔۔۔" "نہیں۔۔۔۔۔" "نہیں نے پوچھا۔"

"چوے درہ دہیلی کے طوطے کچھ نہیں پتیا۔"

"چھ۔۔۔۔۔چھ۔۔۔۔۔" "بوز حساس ہمارا بولا۔" "چائے ہی تھی۔۔۔۔۔"

نہیں چلی گئی۔۔۔ "عمر بن نے بوز حسے سے کہا۔" آپ کے مرض کے بارے میں معصومہ مگر کے سخت افسوس ہو۔۔۔"

"کیا بتاؤں۔۔۔ ہر قصور خُوش کے گوشت کا ہے۔ پانچ سال پہلے ایک سے خستے کا سرہے رہا پڑ
تھا جہاں خُوش کے ملامتور کوئی جانور پایا نہیں جاتا۔ تیرہ ماہ اسی کے گوشت پر نذر رہا رہا تھا، یہ
مرض مول لے بیٹھا تھا۔"

"رے خرگوش سپا۔۔۔ طب یونانی تو ہاتھی تک کو منہ بنا کر رہا ہے۔"

"طیب یونانی۔۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ خرگوش کے گوشت کے مضر اثرات زائل ہو سکتے ہیں۔ دلی کی چٹیاں اس کے پیٹ میں بھر کر ہال دو۔۔۔۔۔ بے ضرر ہو کر رہ جاتا ہے۔۔۔"

"ٹکی کی پتیاب گرس ملے تھے میں ہستیاب نہ ہوں تو۔۔۔"

"گیسی مٹی پہاڑ نہیں ہوتی۔۔۔ کھال، تار، کڑوا، راش صاف کڑے گیلی مٹی میں دبا دے۔ تیس گھنٹے

تک دہر رہنے دو۔ پھر نکال کر چھوڑ دو۔۔۔ بس مجھ کو کاپی کی پتیوں میں کارہ فی ہوئی۔۔۔"

کچھ، زبھی بہنا پتا تھا کہ نیلی، پس آگئی۔ "اب کوئی پولیس آفیسر یہاں بھی آ پہنچا ہے۔۔"

"آئے دو۔۔۔ س کا بھی دماغ درست کر دوں گا۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ طب یونانی۔۔"

تھا۔۔۔۔۔؟ میں نے بھی بتایا ہے۔۔۔۔۔“

س کے بعد فیض چند مزید اُسے سیدھے سوالات کرنے کے بعد رخصت ہو گیا تھا۔

”دیکھا اس کا بھی دماغ درست کر دیا۔۔۔۔۔“ عمران خوش ہو رہا تھا۔

”وہ تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔“ ہورے نے پرتشویش لہجہ میں کہا۔ ”لیکن میرے پرہیزی بینک منیجر

وہی شہادت کی بات۔۔۔۔۔؟“

”وہ یہی کہے گا کہ س نے لیڈی ڈکٹر کو پیدل جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا دوست ہے۔“

”وہ۔۔۔۔۔رن۔۔۔۔۔تم نے تمہاری دیر پہلے کی وہتی کا حق د کر دیا۔“ نیلی نے کہا۔

”لفظ وہتی کا تقدس مرا مگر ہر کوئی ہم شریوں سے پوچھئے۔“

”میں تسلیم کرتا ہوں۔۔۔۔۔“ ہورے حایو ا۔

پھر چارے آئی تھی س کے بعد نیلی نے عمران سے کہا تھا کہ وہ جہاں کہے سے پہنچا آئے۔

”نہیں مجھے بھی پیدل ہی جانے دو۔۔۔۔۔“ عمران نے کہا۔ ”تمہارے پرہیزی بینک منیجر سے جی تو

بات چکی کرتی ہے۔ کل خود ہی دھڑا جاواں گا۔“

دوہرکل سرورہرے بنگے کی کپاءنڈ میں داخل ہوا تھا اور برآمدے کی طرف ہٹل پڑا تھا۔

.....

آدھے گھنٹے کے بعد صدیقی کے بنگے سے برآمد ہو کر فرٹ پاتھ پر کھڑ ہو گیا۔ کسی نیکی کا منظر تھا۔

پنی ٹوسیٹ تو ننگسٹن کے تھانے کے بابہ چھوڑ آیا تھا۔

نیکی جلد ہی مل گئی۔ ڈریور کو ننگسٹن، سٹیٹ چلنے کی ہدایت دے کر سٹیٹ کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔

پھر جلد ہی ندرزہ ہو گیا تھا کہ ایک گاڑی نیکی کا تعاقب کر رہی ہے۔

”نہیں۔۔۔۔۔ننگسٹن نہیں۔ پہلے مجھے سول ایئر جانا ہے۔ اس نے ڈریور سے کہا۔

”بہت اچھا جناب۔۔۔۔۔“

گاڑی اب بھی تعاقب کر رہی تھی۔ عمران نے جیب سے چیونٹلم کا پلٹ نکالا۔ رومنہ میں ایک ٹیس ڈال

کر سے آہستہ سے کچنے لگا۔ حالات تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ تعاقب کا مطلب یہ تھا کہ ہاپ

بٹی س کی طرف سے متعین نہیں تھے۔ یا محض اس کے بارے میں پوری معلومات فراہم کرنے کے

یہ یہ قدم اٹھایا گیا ہو۔

بہر حال سے رانا پیس جاتا تھا۔ رحمان صاحب سے ملاقات بھی ضرور ہوتی تھی۔ لیکن وہ کم زکم سے وقت کسی قسم کا رسک لینے پر تیار نہیں تھا۔

ٹیکسی اس نے رانا پیس کے سامنے رکوائی تھی، اور تعاقب کرنے والی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ "ٹیکسی سے اتر کر اس نے مرید آباد، پچانک کی طرف چل پڑا۔

یہاں بلیک زریہ رانا تھوڑی سی سیکریٹری کی دیشیت سے مستقل طور پر مقیم تھا۔

پچانک پر پہنچ کر مہرن نے چوکیدار سے کہا۔ "رانا صاحب کے سیکریٹری کو فون کر کہ مہرن آیا ہے۔" سیکریٹری کی جازت حاصل نہ بغیر چوکیدار کسی کو کمپاؤنڈ میں قدم بھی رکھنے نہیں دیتا تھا۔

پچانک پر کھڑے ہی کھڑے مہرن نے تعاقب کرنے والی گاڑی کو، پسی بھی نوٹ کی۔ گاڑی کی رفتار بھی زیادہ تیز نہیں تھی۔ شاید ڈرائیور اس عمارت کا مکمل ماحول ذہن نشین کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد مہرن عمارت کے ایک کمرے سے رحمان صاحب کو فون کرتا نظر آیا۔ بلیک زریہ اس کے قریب ہی مودب ہڑ تھا۔

"کیا بات ہے۔۔۔ تم سے کیوں نہیں۔۔۔؟" رحمان صاحب نے سوچا۔

"ناہ فیض صاحب نے رپورٹ دے دی ہوگی۔"

"تمہاری یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"وہ میں بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ معاملہ انکسٹن تھانے سے چانک آپ کے محکمے میں کیسے پہنچ گیا؟"

"مجھے حالات کا علم نہیں تھا۔ میں نے شام کو چھ بجے ملنا سے گھر پر بات کرنا چاہی تھی۔

وہاں پرنس موجود تھی جس کے سامنے مقدمہ تھا۔ اسی نے میری کال ریسیو کی اور بتایا کہ انکسٹن کے تھانے میں رپورٹ درج کر دی گئی ہے۔ اس نے اس آؤی کا ذکر بھی کیا جو مقدمہ کے ہاتھ بکرے

فرہخت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے فیاض کو بدامیت کی کہ وہ تھانے سے معلومات حاصل کرے۔"

"بہر حال۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کا محکمہ اس معاملے کی طرف سے اپنی توجہ فوری طور پر ہٹا لے۔"

قطع نہیں۔۔۔ جس بڑی کے ساتھ میں تھا صدر نے اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔ سرخ تل بنا لیا
مشکل نہیں وہ یہ بڑی کی "سان ترین شناخت ہے۔"

"تب پھر یہ بڑی دیدہ و نستہ نگشتن کے تھانے کے قریب سے زری ہوگی تاکہ شبے سے ہاتھ ہو
جائے۔"

"ہو سکتا ہے میں یہ جتنا نہ حرکت ہے۔ معاملات کو الجھانے کا ایک گھٹیا طریقہ ہے۔ خبر ضرور ہیں وہ
لوگ لیکن زیادہ ذہین نہیں یہ پھر بہت زیادہ ذہین ہیں" وہ زمیں یہ باہر زور سے کی کوشش کر رہے ہیں کہ
باکل گھر میں، "سانی سے بڑا بجائیں گے۔"
"جی ہاں۔۔۔۔۔ وہ نوبی صورتیں ہو سکتی ہیں۔"
"خیر دیکھ جائے گا۔"

عمرن اسی کمرے کے ایک صوفے پر لیٹ گیا اور فون سرہانے رکھ لیا تھا۔
بارہ بج کر دس منٹ پر فون کی گھنٹی پھر بجی تھی۔ "میری طرف صدر ہی تھا۔"
"میں بندرگاہ پر ہوں" "کیا ہوں جناب۔۔۔۔۔" "وہ رہا تھا۔" "میں گاڑی میں جگہ موجود نہیں
ہے جہاں پارک کی گئی تھی۔"
"گھر پر ہوں آکر سو جاؤ۔۔۔۔۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔" "عمران نے بہت سادہ قطع کر دیا اور
رہنشی بچھ کر لیٹ گیا۔"



دھری صبح اخبارات میں ڈاکٹر مددھاکے انوار کی داستان چھپ گئی تھی اور ساتھ ہی تبہ بھی تھا کہ ہر
رضیت ہانس پرہیسا کی بیٹی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مددھاپیدہ ایسی پر صر رنہ برقیں تو
یہ روت تھی آسانی سے نہ ہو سکتی۔ انٹرنیشنل بینک کے اسسٹنٹ منیجر مسٹر صدیقی نے مس کو زہیلیا کے
بیان کی تصدیق کی ہے کہ ڈاکٹر مددھاباں سے پیدل ہی رہا نہ ہوئی تھیں۔ مسٹر صدیقی مسٹر ہانس
پرہیسا کے پڑوسی ہیں۔

عمرن نے اخبار ہیک زیرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جب اس بڑی نے اعتراف کر لیا تھا کہ
وہی مددھاکو لے گئی تھی تو پھر دوبارہ لے ڈراے کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔"

آپ ہی نے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بارے میں ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔
"فی حال اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران نے ریسورسٹ کیا تھا۔ دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔

"نئی خبر ہے جناب۔ ڈیوڈ ہلمٹن مای آدمی چھ ماہ قبل اس فلیٹ میں رہتا تھا اب وہاں ایک بوڑھی عورت راتی ہے۔ پڑوسیوں نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔"

"تو کیا وہ دونوں اس کے رشتہ دار تھے جن کے ساتھ تم دوبار گئے تھے؟"

"وہ کہتی ہے کہ میں یہاں تنہا راتی ہوں۔" رکال تو کوئی آیا بھی نہیں تھا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ تم نے ساتویں ہی فلیٹ سے انہیں برآمد ہوتے دیکھا تھا؟"

"جی ہاں۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے۔۔۔۔۔"

"گاڑی کہاں کھڑی کی تھی۔۔۔؟"

"عمرات سے دو ڈیڑھ فرسنگ کے فاصلے پر۔۔۔۔۔ انہوں نے وہاں سے پیدل گاڑی تک گئے تھے۔"

"بوڑھی عورت کے بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔۔۔؟"

"وہ ایک عیسائی عورت ہے۔ گرین ہیل ٹرائڈ سکول میں ہیڈ مسٹریس کے فرائض انجام دیتی ہے۔"

پڑوسیوں سے معصوم ہونے انہوں نے کبھی کسی مرد کو اس کے فلیٹ میں آتے نہیں دیکھا۔ عورتیں ہی آتی ہیں۔ بہر حال میں نے اس آدمی کا حلیہ بھی پڑوسیوں کو بتایا تھا لیکن جو بڑا کہ وہ ڈیوڈ ہلمٹن نہیں ہو سکتا۔ ڈیوڈ ہلمٹن ایک مونا "رائیڈ" عمر کا آدمی ہے۔ جو ان "رہائے" میں نہیں تھا۔

"ہوں۔۔۔۔۔ چھ۔۔۔۔۔ دوسری بدایات کا انتظار نہ رہے۔ عمران نے بہتر ریسورسٹ پر رکھ دیا۔
پھر اس نے بلیک زیرہ کو صفدر کی رپورٹ سے آگاہ کیا تھا۔

"کسی حرکت کا بھی مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا۔" بلیک زیرہ بولا۔

"پوری پارٹی عمران معصوم سوتی ہے۔" عمران بایاں آگے بڑھا کر مسکرایا تھا۔

"میری دست میں تو وہ یہی چاہتے ہیں کہ ہماری تمام توجہ کو زہیلیا کی طرف رہے۔"

"اور کو زہیلیا کی بے گناہی کا ثبوت خود میں نے فراہم کر دیا ہے۔ وہ کیا غزل ہوئی ہے۔ مرز

نائب کے بتدی دور کی مدد مانع تھا ہے اپنے مانتھ پر کا۔۔۔۔۔ اس بار میں نے خود ہی اپنے سر پر

ڈنڈ رسید کر رہا ہے۔"

بلیک زیرہ سے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"سب سے زیادہ شاندار گاڑی میریج سے نکلاؤ وہ۔۔۔"

"بہت بہتر جناب۔۔۔۔۔" بلیک زیرہ اٹھتا ہوا۔

وہ تھوڑی دیر بعد میرکنڈ شندھیا پارک میں کی کپاٹنگ سے برآمد ہوئی تھی۔ عمر خود ہی ڈریو کر رہا

تھا۔ اس وقت بھی اس کا منہ نہ کھلا۔ تعاقب تو ہو ہی رہا تھا۔ ایک گاڑی آگے بھی تھی۔

خود عمر کی گاڑی اس کی اس سے لیس تھی۔ اس لیے وہ نوں گاڑیوں کے درمیان، سلیکریٹ سے

بھی اسے نہ دیکھا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "یہ اس وقت ابھی جائے گا۔ لہذا تم طمینن سے چپے رہو۔"

"کدھر جائے گا۔۔۔۔۔" "مابا گاڑی سے پوچھا آیا۔"

"پر سیا کی طرف۔۔۔۔۔" "پچھلی گاڑی سے جواب ملا۔"

"گنٹو ٹکریزی بی میں ہو رہی تھی،" رجب سے عمران نے ان کی قومیت کا منہ نہ بھی لگایا تھا۔

شریت آمیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اٹھیلیاں کرنے لگی۔ اس نے رجب سے کہا۔

گلی گاڑی اسی سڑک پر مڑی تھی۔ اس سے بڑا بڑا ہمارا ارضیت بانس پر سیا کی کوٹھی کی طرف جاتا۔

لیکن عمر نے سیدھا چمٹا لیا۔ پچھلی گاڑی اب بھی متب نما آئینے میں نظر آ رہی تھی۔

دھماکے سے "زانی۔" "میر" انداز نہ تھا۔ وہ شاید پر سیا کی طرف نہیں جا رہا۔ گاڑی

سیدھی جا رہی ہے۔ تم بھی پٹ رسید جسے چلے آؤ۔۔۔۔۔"

"بہت چھا۔۔۔۔۔۔۔" جواب ملا۔

عمر نے سر کو جنبش دی تھی، ریٹیج بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکڑے تھے۔

وہ نوں گاڑیوں کے درمیان میڈیم یو پر "بہد قائم تھا۔ عمران نے اپنی گاڑی کے ٹرنس میڈ کے ہینڈ

ہو کا ہٹن دیا، "ریٹو مینشن سے" "بہد قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ اپنے کسی ماتحت کو پچھلی وہ نوں گاڑیوں کی نگرانی پر مامور کرنا چاہتا تھا۔ رجب بھی قنم ہو گیا۔ "روہ

یکس ٹو کی آواز میں احکامات جاری کرنے لگا۔

اب سے اس وقت تک خود بخود کی ریکوں کے چکر لگانے تھے جب تک اس کے کسی ماتحت کی

طرف سے طبع نہ مل جاتی کہ وہ نوں گائیاں اس کی نظر میں آئی ہیں۔



بچپن ہی رات رحمان صاحب دیر تک جاگے تھے اس لیے سلیمندی کی وجہ سے انہوں نے آفس جانے کا رد و ترک کر دیا تھا۔ ریفون پر ایک ڈپٹی ڈائریکٹر کو اطلاع بھی دے دی تھی کہ وہ آفس نہیں آسکیں گے۔ انہوں نے صبح کے اخبارات دیکھے تھے جن میں مراقبہ اے ایس کی رپورٹنگ کی طرح کی نئی تھی جس طرح انہوں نے چاہا تھا۔ اس رپورٹنگ کی روشنی میں بانس پر سیاہ رس کی بیٹی فی حاب شبہ سے بالاتر ہو گئے تھے۔ عین ساتھ ہی عمر ان کا یہ ریمارک بھی ذہن میں کھٹک رہا تھا کہ بڑکی کی گاڑی بد شہر مسیڈ پر تھی لیکن وہ گاڑی نہیں تھی جس پر مراقبہ لے جانی تھی۔

آخر عمر نے کس بناء پر یہ بات کہی تھی جس پر اڑکی سنگسٹن کے تھانے تک پہنچی تھی۔ یہ رجنہ - شن نمبر میں فرق تھا۔ یہی صورت میں مران کو چاہیے تھا کہ انہیں اس گاڑی کے رجنہ - شن نمبر سے جی آگاہ کر دینا۔

سی دھڑ بن میں وہ پہرے کھانے کا وقت ہو گیا۔ میز پر مٹیا کے علاوہ ان کی وہ نون بھتیجیاں بھی تھیں۔
 بیگم صاحبہ کبھی میز پر نہیں کھاتی تھیں، اس لیے ان کی عدم موجودگی غیر معمولی نہیں تھی۔
 رحمان صاحب نے جیسے ہی اپنے سامنے والی قاب کا ڈھکن اٹھایا تو صحن پر ہے۔

"یہ کس کی بدتمیزی ہے۔" وہ دباڑے تھے۔ لڑکیاں بھی اٹھک کھڑی ہوئیں، ہر جیت سے قاب کی طرف دیکھنے لگیں۔ کوئی مردہ پرندہ پرہوں سمیت قاب میں رکھا ہوا تھا۔ غور دیکھنے پر تیر نظر آیا۔۔۔۔۔ آدھا تیر۔۔۔ ہانگوں کے پاس سے آدھا قاب۔

"کس نے میز گان تھیں۔۔۔" "مجھے وہاں سے۔"

"خائنوں نے۔۔۔ پشیدہ مجید نے۔۔۔؟" شایاں ہم سب کو۔

"—فـيـهـ"

"یک مہینہ، رُئی۔"

"یہ آخر ہے کیا۔۔۔۔۔؟" شریا نے چٹکی سے تیر کی چونچ پلازرا سے قاب سے ٹھاتے ہوئے کہا۔
 "وہ رحمان صاحب کی نظریں اس چھوٹے سے اقداس پر پڑی جو تیر کے نیچے رکھا ہو تھا۔"

تے میں خنساہاں آگیا۔ رحمان صاحب نے اعافا اٹھا کر جیب میں ڈالیا تھا۔ شیانے تیر کو پچھر
قاب میں رکھ دیا اور خنساہاں کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ کیا ہے۔۔۔۔؟" رحمٰن صاحب قلاب کی طرف اشارہ کر کے دہاڑے۔

"یہ۔۔۔۔۔ مص۔۔۔۔۔ صاحب۔۔۔۔۔ "خانساں بکایا۔ اس کی آنکھیں حیرت و خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔"

”یہ کیا بے ہودگی ہے۔۔۔“

"مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ نہیں جانتا صاحب۔۔۔۔۔ میں نے تو وہ بنے ہوئے تتر رکھے تھے۔۔۔۔۔ تیسرا تو کوئی تھا بھی نہیں۔۔۔"

”تو پھر یہ کہاں سے آئے۔۔۔“

"مم۔۔۔۔ میں کیا بتاؤ جناب مافی۔۔۔۔"

"جہ معلوم نہ ہو۔۔۔" رحمان صاحب میز پر ہاتھ مار کر پینچے "اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے آئے۔ جیب سے غافلہ نال مرچا کھ لیا۔ انگریزی میں ٹاپ لیا ہو مختصر مضمون برآمد ہو تھا۔

"جس آسانی سے یہ وصایتہ تمہاری کھانے کی میز پر پہنچ سکتا ہے کی طرح تمہارے بیٹے کو بھی گود ماری جاسکتی ہے۔۔۔"

رحمن صاحب کا چہرہ تر گیا۔ خاصی دیر تک وہ بے حس و حرکت کھڑے رہے تھے بلکہ یہ معلوم کرنے لگے تھے کہ آخر وہ تیرس قاب میں کیسے پہنچا۔۔۔۔۔

تیر سرف نہیں ہی مرغوب تھے ، رخصیت سے انہی کے سامنے رکھے جاتے تھے۔

سارے ملزمین نے اعلیٰ عدالت کی تھی۔ ان کی وائسٹ میں صبح سے اب تک کوئی جنبش بھی کوٹھی کی کمپوٹ میں داخل نہیں ہو تھی۔

مددگاروں میں سبھی پرانے اور معتد تھے۔

شریہ و رنجیتجیوں کو نہیں معصوم ہو گا کہ تیر کے نیچے سے پر آمد ہونے کا خلاف کیسا تھا۔

رحمان صاحب نے عمر ن سے فون پر ”بید قائم کرنا چاہا“ لیکن فلیٹ سے جو ب ملا کہ وہ آٹھ بجے رات سے غائب ہے۔ ابھی تک نہیں آیا۔

جو چہا، قبل گیا رہوئیں شہرہ کی شام بلند گک کے ساتویں فلیٹ میں رہتا تھا۔ آپ یہ معصومیت کنگسٹن کے تھانے کے نیچے رن کو بھجو دیجیے، ورنہ حال ہی کو متیٹش کرنے دیجئے۔"

"لیکن اس سے کیا فائدہ۔۔۔۔۔ وہ جانتے ہیں کہ تم اس معاملے میں کوہ پرے ہو ورنہ انہوں نے براہِ راست مجھے چیلنج کیا ہے۔"

"جھوٹ دے رہے ہیں۔۔۔۔۔ جاسوسی ماہلوں جیسا قصہ بنائے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ بھلا آج تیرے۔۔۔۔۔ بے چارے بہرام کو قبر میں پسینے آگے ہوں گے۔ یہ ڈیڑی یہ معصومیت ہے بھی کچھ دھتیر ورنہ قسم کا۔۔۔۔۔"

"فشل باتیں نہ کر یہاں چلے آ۔۔۔۔۔" رحمان صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"دیھیے ڈیڑی سر۔۔۔۔۔ آپ کا محکمہ حرکت میں آیا تو میں سچ بچ مار لیا جاؤں گا۔ وہ ساریں گا بڑا بھلا کارہائیں ورنہ لوگوں نے بالکل جاسوسی فلموں کی سی اٹھاپوڑی مچانی ہے۔ ہمیں بالکل حقیقت سمجھتے ہیں لہذا میری بے صدا بھلی برداشت کیجئے۔"

"کیا حق بات کرنے والے ریستوران میں نہیں داخل ہوئے۔۔۔۔۔"

"ریستوران تو میں نے شہر، منصوبہ میں بہہ دیا تھا۔ راصل میرانی کا ہوٹل ہے، وہ سہ سہ فی سڑکی ہیں اس لیے وہ بھی نظر نہ رہے ہیں۔ مانگے کا ان ہے اس لیے یہاں غدر میں نہ رہا، ورنہ پڑی ہے۔۔۔۔۔" رحمان صاحب نے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر دانت پیسے تھے۔

.....

عمرن سچ مچ غسل خانے ہی کے راستے فرار ہوئے ورنہ جہری ہنگ پر جا نکلتا تھا۔ سے طالع مل چکی تھی کہ صفدر ورنہ وہاں دو لگ لگ گاڑیوں میں ان کا تعاقب شروع کر چکے ہیں۔

سب یہاں سے تو سے سیدھے سائیو مینشن ہی پہنچنا تھا۔ وہی سے امپال کی وہ پستی کا بھی کچھ نہ ہوسکتا تھا جسے پرانی کے ہوٹل کے سامنے پارک کر آیا تھا، وہ وہاں کی رپورٹیں بھی وہیں ہاتھیں۔

خاصہ ہش ہش ہش سائیو مینشن میں، خل ہو تھا، رسید حلاجوایا نامہ فرار، سڑک کے سرے میں جا داخل ہو تھا۔

"فرہادیے۔۔۔۔۔" وہ بد مزاج مرن کی طرح ٹڑکرائی۔

ضروری نہیں کہ کچھ عرض کرنے کے لیے حاضری دی ہو۔۔۔۔۔"

"پھر آمد کا مقصد۔۔۔؟"

"چپ چاپ تمہاری نکل دینا رہوں گا۔۔۔"

"صفدر نے طالع دی ہے کہ امپالا میں تم ہی تھے۔"

"دوبندر چھپے لگ گئے تھے لہذا مجبوراً چیف کو اطلاع دینی پڑی۔۔۔"

"آؤ۔۔۔۔۔ چیف کو چیف کب سے بنے گئے۔۔۔"

"چوہا اس وقت کہتا ہوں جب وہ میرے کمیشن میں کوتاہیاں کرنے لگتا ہے۔۔۔"

"قصہ کیا ہے۔۔۔۔۔؟"

"مس کورنیلیا بانس پر سیا کی مہفتت میں جھوٹی شہادت دلو دینا ہوں۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔"

"ڈکٹر ملقا کو پیدل جاتے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔ میں نے یہ گواہ کا نقطہ ماردیا۔۔۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے انخوا میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔"

"معقول کمیشن پر سب کچھ راز رہا ہوں۔۔۔ جب چاہو اپنا بھی انخوا کر سکتی ہو۔۔۔"

"سر پر ایک ہال نہ رہنے دوں۔۔۔"

"وہ سہری کیا جو تمہارے غور کے جد شائوں پر رہ جائے۔"

"بلکہ اس مت کرو۔۔۔۔۔ مجھے بتاؤ کہ کیا قصہ ہے۔۔۔"

"قصہ سے چوہا کو معصوم سوگا۔۔۔۔۔" عمران نقشہ چھپا کر دیا۔۔۔۔۔ "مجھ سے جو کچھ کہتا ہے رتا رہتا

ہوں۔ آج صبح کہا تھا ارماتھیس جا، وہاں سے امپالا میں بینہ رنگلو، رش کا چکر لگاتے رہو۔ امپالا

میں ٹرینس میٹر جی ہے۔ بس بدایات دیتا رہا تھا کہ اتر جا۔۔۔۔۔ دھر جا۔۔۔۔۔ پھر کہا سب لگاتار

ایر نی کی ہوٹل میں خچ کر کے برہنسل خانے پیدل ہی فرار ہو جا۔ ہانے۔۔۔۔۔ غر تر میں۔۔۔۔۔

ایر نی کی مرئی کہ ہو پیٹ میں پہنچتے ہی فوراً نڈا دینا شروع کر دیتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر

یہ گوشت کا مانعہ کیوں ہوتا ہے جبکہ مانعے کے دونوں میں بھی رینڈریج میٹر بھرے رہتے ہیں اور جو

رینڈریج میٹر رکھنے کے بھی استطاعت نہیں رکھتے وہ ہر زمانہ گوشت بھی نہیں کھا سکتے۔"

ب کیا حکم ہے۔۔۔؟"

"نہ نوں پر نظر رکھو۔۔۔ ن کے نام، مرزا غارت خانے سے تعلق کے بارے میں مکمل رپورٹ مجھے
جی دو گے۔"

"کہیں۔۔۔؟"

"رانا پلس میں میں موجود مندوں تو رپورٹ ریکارڈ کرادینا۔۔۔"

"بہت بہتہ۔۔۔"

عمرن نے ریسپورٹریڈل پر رکھ دیا، رجو یا سے والا۔۔۔ "یا چھویر، میری شکل دیکھنا چاہتی
ہو۔۔۔"

"کیا رکھ نہ تمہارے شکل میں۔۔۔" "جل کر بولی۔"

"یہ بڑے بڑے تیس دنت۔۔۔" "عمران کہتا ہوا، اٹھ آیا۔"

سیکومینشن میں اس کا بھی ایک مخصوص کمر تھا۔ اس نے اسے اس طرح آرت کیا تھا کہ یہاں
وے سے "جمل کی جنت" کہنے لگے تھے۔ اس کمرے میں چھٹی کمرے نے لباس تبدیل کیا، ورنون
پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ یہ ان کا ذاتی فون تھا، رنخو بکاہ میں رہتا تھا۔
تھوڑی دیر بعد رحمان صاحب کی بھابی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کوئی خاص خبر ڈیلڈی۔۔۔؟"

"نہیں کوئی نہیں۔۔۔" "دوسری طرف سے کہا آیا۔"

"لیکن میرے پاس تو بہت سی ہم نمبر ہے۔ اس واقعے کا تعلق برلی والا سے ہے، آپ جانتے ہی
ہے کہ اس عمارت کو کتنے زبردست دست ملک کا غارت خانہ ہونے کا اثر حاصل ہے۔"
"تمہیں یقین ہے۔۔۔۔۔"

"یعنی شہادت۔۔۔ میرے تعاقب کرنے والے ہی گئے ہیں۔۔۔"

"یہ تو کوئی ثبوت نہ ہو۔ ممکن ہے کہ وہاں ان کا کوئی شناسا ہو۔"

"فوری بات ہے کہ اپنے ناکام تعاقب کی رپورٹ دینے، کسی یونٹی سے شناسا کے پاس نہیں جا
سکتے۔۔۔"

"ثبوت کے بغیر یہ بات بھی مندرجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔۔۔"

"چلیے ابھی ہی۔۔۔ کہنے کا مطلب یہ کہ جب تک میں حتمی ثبوت فراہم نہ کروں۔۔۔۔"

"پتا نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔۔۔۔" رحمان صاحب نے بات کاٹ دی۔

"گرہ قطعی اس فحاشی کے معاملہ ہے تو آپ کے مجھے کی کارروائی بھی قطعی غیہ موثر ثابت ہوگی۔۔۔"

"چھ تو پھر۔۔۔۔"

"لیکن میں اپنے کسی نجی معاملے کے بارے میں قطعی خود مختار ہوں۔"

"کیا بکوس کر رہے ہو۔۔۔۔"

"مزرش ہے کہ آپ سب سے بالکل متعلق ہو جائیے۔۔۔۔ میں دیکھ لوں گا اس آدھے تیر کو۔۔۔۔"

"لیکن سول یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید اور مدد لقا سے اس فحاشی خاتمے کا یا سرہ کا۔۔۔۔"

"سرہ کار کا پتہ بھی مجھے لگانے دیجیے۔۔۔ کسی دھمکی سے مرغوب ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن

سول تو یہ ہے کہ وہ دست تیر آپ کی میز پر یونکر پونچا۔"

مدد زمین بھی پر نہ رہا قابل متاد ہیں۔۔۔"

"ضامی آمدنی آج کل فرشتوں کو بھی بری نہیں ملتی۔ یا پھر اسے کوئی آبیعی معاملہ سمجھ لیجیے۔۔۔۔"

"میں چھن بین کر رہا ہوں۔۔۔۔"

"صرف گھر کی حد تک۔۔۔ بات آگے نہ بڑھنے پائے۔۔۔"

"کیا اس کا تحقق شاید کے ستھلی سے ہوتا ہے۔۔۔"

"میرہ یہی خیال ہے۔۔۔۔ آپ ہی کی طرف کوئی دیکھی یہی چاہتا ہے کہ شاید ستھلی وہ پس لے

سے۔"

"لیکن وہ روپوش ہو گیا۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔ کہیں وہ بھی نہیں کے ہتھے نہ چڑھ گیا ہو۔۔۔"

"خدا جانے۔۔۔"

"ب یہ معصوم رہتا ہے کہ اس نے ستھلی کیوں یا تھا۔۔۔"

"خدا کی پناہ کوئی بڑی سازش معصوم ہوتی ہے۔۔۔" رحمان صاحب کی آواز آئی۔

"وہ اسے دیدہ دلیر ہیں کہ انہوں نے ی - آئی - بی کے ڈائریکٹر جنرل کو دھمکی دی ہے۔

"سنو۔۔۔۔۔ بہت متاثر ہو۔۔۔۔۔"

"بنا بنا" پ سمجھ گئے ہوں گے برائی والی، بیت کو۔۔۔۔۔ لہذا یہی مناسب ہے کہ ٹنگٹن کے
تھانے کے نیچے کوئی فٹیش کرنے دیجیے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔۔۔"

"شکریہ ڈیڈی۔۔۔۔۔" عمر نے عاملہ منقطع کر دیا۔

رات تاریک تھی وہ سیاہ باس میں تاریکی کا ایک حصہ معلوم ہو رہا تھا۔ لباس اتنی پست تھا کہ کلاس
سے پست ہو کر رہ گیا تھا۔ گیس ماسک سر پر منڈھا ہوا تھا۔ اسے بھی چم سے پر نہیں چڑھایا گیا تھا۔
پشت پر ایک چھوٹا سا گیس سنڈر بھی بندھا ہوا تھا۔

وہ نہایت آسانی سے عمارت کے عقبی حصے کی تاریکی میں مدغم ہو گیا۔ اس کے طمینان سے صاف ظاہر
ہوتا تھا جیسے وہ پہلے ہی باخبر ہو کہ اس عمارت کے کپاہنڈ میں کتے نہیں ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ عمارت کی
طرف بڑھتا رہا۔

وہ پھر اس درہ زے تک جا پہنچا جو پٹن کا عقبی درہ زہ تھا۔

جیب سے ایک باریک سا زرنہ نکال کر قفل کے سوراخ میں ڈالا تھا۔ قفل بلی سے آواز کے ساتھ کھل
گیا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ درہ زہ کھولا تھا۔ رائدر داخل ہو گیا۔

پنسل مارچ کی باریک سی روشنی لکیر ندھیرے میں چھرائی تھی۔ وہ دوسرے درہ زے سے جتا سانی
گزر گیا تھا۔

چاروں طرف تاریکی ورنٹلے کی خرابی تھی۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ اتنی کہ پچھلے درہ زوں کے شیشوں پر
گہری نیلی وند ہم روشنی دکھائی دینے لگی۔

ایک کمرے میں جھانکنے کے بعد وہ دوسرے کے درہ زے پر کا۔ ہینڈل گھما کر وہ زہ کھونچا ہالین
وہ بھی مقفل ہی معلوم ہوا۔

“ — — — — — ”

”تمہاری شکل دیکھنے سے ہے۔۔۔“

"میں سمجھ گئی۔۔۔ یہیں اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا میں ہمتا رہتی۔۔۔"

"بکواس مت کر۔۔۔ چچی بات تہا۔۔۔"

"کلینک میں میں نے سب بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ کوئی میرے چہرے کا تفصیلی جائزہ نہ لے سکے۔ لیکن اس وقت جب میں ڈاکٹر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی تو ایک آدمی وہاں آیا تھا اور اس نے مجھے غور دیکھا تھا۔ مگر جب مجھے پولیس اسٹیشن لے جایا یا قومہ آدمی بھی وہاں آیا تھا۔ بس پھر مجھے عترف کرنا پڑا۔۔۔۔۔"

"۲۔ مجھے معصوم ہے کی تم نے، سے پیدل رخصت کر دیا تھا۔۔"

"وہ اس کی شہ دست بھی دلو دی۔۔۔" خوش ہو کر بی۔

"تم پوپس ٹیشن کی صفائی کیوں تھی۔۔؟"

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ، پھر پولیس انمیشن ہے جہاں ان لوگوں نے رپورٹ درج کرائی ہے۔"

"تمہیں کال کئے بارہوی نہ ملنا چاہئے تھا۔"

"بہ۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔ غلطی ہوئی۔۔۔ اب تم میرے باب کا پیچیدہ مضمون پڑھو۔"

“ ————— ”

"اب کبھی تجھے معدہ کامریض نہیں رہا۔ اس کام کی وجہ سے اتنا زبردست ہو تھا کہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ حق مجھے بے ہوش ہو گیا تھا۔۔۔۔۔"

"یہ تو بڑی چھپی بات ہوئی۔۔۔ تمہیں یہ سنا نہ گیا۔۔۔"

"لیکن وہ کب دیکھ سکی میرے باپ کو۔۔۔ وہ میری عدم موجودگی میں خود بہ خود ہوش میں آ گیا تھا۔۔۔۔۔
 رسنو۔۔۔۔۔ نہیں ظلم ہو گیا ہے کہ میں، مہر کی گاڑی میں تھی۔ اب وہ پوس آفیسر اس سہیلے میں
 مجھ پر جرح کرتا رہا تھا۔۔۔۔۔"

"سب کچھ تمہاری حماقت کے بنایا ہوا۔۔۔۔۔ مذقم پولیس انجیشن کی طرف جاتیں، رنڈ یہ سب کچھ

ہوتا۔۔۔۔۔"

"ب میں کوئی حادثہ تو نہیں ہوں۔ پہلی بار مجھے ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ خدا کے لیے میرے باپ کو متضمن کر دو۔ وہ بہت خائف ہے۔"

کوئی جواب دیا بغیر وہ نیو کی سیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس کا سوچنا آج کے کورنیلیا کی طرف واپس آیا۔

وہ حیرت سے سے دیکھنے لگی تھی۔

"دھردیٹھو۔۔۔۔۔" اس نے نیو کی طرف اشارہ کیا۔

سٹرین رہن ہوئی تھی۔ کسی کمرے کا منظر تھا۔ اس میں اعداد و بہت بڑے بڑے چوبچھتے کوڑے پھرا رہے تھے۔

"یہ۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ کیا ہے۔۔۔۔۔؟" لڑکی ہکا بکا۔

"یہ کلورڈسٹرکٹ نیو ہے۔۔۔۔۔ اس عمارت کے ایک کمرے کا منظر پیش کر رہا ہے۔"

"نت۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ پھر۔۔۔۔۔"

"تمہیں پندرہ منٹ کے لیے اس کمرے میں بند کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔"

"مک۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔"

"تمہاری ماک کے نیچے جو یہ سرخ بھرا ہوا قل ہے۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ ہے تو۔۔۔۔۔" وہ ہلکا سا بولی۔

"تم اس قل کی وجہ سے پہچانی گئی تھی۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔۔۔"

"ن چوہوں میں ایک یہ بھی ہے۔" اس نے نیو کی طرف اشارہ کر کے کہا۔۔۔۔۔ "جو سرخ قلوں پر

جان دیتا ہے۔ چھل کر تمہارے منہ پر آئے گا۔ اس قل کو نوچ لے جائے گا۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔" وہ خوف زدہ انداز میں چیخنی۔

"نہ تو تمہیں ملی گی۔۔۔۔۔"

"آخر اس بات کی نہ۔۔۔۔۔ میں نے کیا کیا ہے۔۔۔۔۔"

"تم نے لیڈی ڈسٹر کوہاں نہیں پہنچایا۔۔۔ جہاں پہنچانے کے لیے کہا گیا تھا۔"

'و میں پہنچا گیا تھا۔۔۔۔۔ بہ رب ماہ زی تو کہاں آیا تھا۔'

”کس کا علم پہ نہیں“

"وہی جو گریننگ رہ ڈپ ہے۔۔۔" لڑکی چکیانی ہوئی آواز میں بولی۔ "اور سے مریش کے کمرے میں

پہنچے مرفورایٹ "فی تھی۔"

"وہاں کوٹ رہتا ہے۔۔۔"

"میں کیا ج نوں مجھے نہیں بتایا تھا۔۔۔"

"کوئی خطی ضرر رہی ہے۔۔" ڈون ماک پیرے والے نے پر تشویش لہجہ میں کہا۔

"کیا حلقہ بنی ہوئی ہے۔۔۔ کس سے بنی ہے۔۔۔"

"تمہیں اس سے بدیت ٹپتھی کہ لیڈی ڈاکٹر کو مارم ماہ زمیں پھینچا دے۔۔"

"پنہ دپ سے۔۔۔ بہت فائدہ تھا۔۔۔ اس نے مجھے پنہ میں بتایا تھا کہ اس کی بدھیت پر ۱۰۰ مجھ

مے پر کام رہا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ بس ہیں کچھ ایسے لوگ جن کا حکم نہ ماننے پر میں قتل بھی کیا جا

"

"چھٹی بات ہے رُک۔۔۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔۔۔ جس طرح اپنی سنی ہو س طرح پہنچ دی

جہانگاہ صبح کو مستری پریدہ رہو گی۔

"بہت بہت شکریہ بناب۔۔۔۔۔ میں میرے باپ کو بھی معاف کر دیتا ہوں۔ رحم کیجئے نہ پر۔۔۔۔"

نہیں دھمکائیں نہ دیکھتے۔"

"اس پر غور کیا جائے گا۔۔۔۔۔ سین ایک بات غور سے من لو۔۔۔۔۔"

" کہے جناب۔۔۔۔ میں برہم کی تعمیل کروں گی۔"

"تم اس حدقت کا ذکر ہے باب سے بھی نہیں کروگی۔ کسی سے بھی نہیں۔"

"لینن ٹرن کو میری عدم موجودگی کا تپا چل گیا تو۔۔۔۔۔؟"

"سول ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم معمول کے مطابق صبح اٹے بستر پر سے اٹھو گی۔"

"مری بات تو یقین کیجئے کہ میں کسی سے بھی اس کاؤنڈیشن لڑوں گی۔"

"اور اب بے ہوش ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"م۔۔۔۔۔ میں نہیں سمجھی جناب۔۔۔۔۔"

"تمہیں ایک مہر و مہر نیشن دیا جائے گا۔ کیونکہ تم اپنے ہوش میں تو یہاں آئی نہیں تھیں۔"

"جی ہاں۔۔۔۔۔ جی ہاں۔۔۔۔۔ جی ہاں آپ کی مرضی۔"

"بہت جلد تمہارے باپ کی گلو خا سی ہو جائے گی۔ لیکن اس کا انحصار تمہارے رویے پر ہو گا۔ اگر تم

نے اس مذاقات کا ذکر کسی سے کر دیا تو۔۔۔۔۔"

"ہرگز۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں جناب۔۔۔۔۔"

"میرا نام ڈھمپ ہے۔۔۔۔۔ میں فون پر تم سے رابطہ رکھوں گا۔"

"ضرور۔۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔ میں اس کا بھی ذکر کسی سے نہیں کروں گی۔"

"مجموعی طور پر خاصی سمجھو رہو۔"

"چھ ندیوں۔۔۔۔۔ سے ایک ماری سے باپو ڈرک رہے ہیں دیکھ رہی تھی۔"

دوسری صبح عمران نے سائیکو مینشن سے رحمان صاحب کو فون کیا تھا۔ "ڈاکٹر شاہد کا سرخ مل گیا

ہے۔" انہوں نے اطلاع دی۔

"کہاں ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"چھ دیہ پبلک س کی کال کی تھی۔ شہری میں ہے۔ ملاقات کے انگو کی بنا پر سے مجھ سے رابطہ قائم کرنا

پڑا ہے۔"

"کیا کہتا ہے۔۔۔۔۔؟"

"فی حال تباہی بتایا ہے کہ اس انگو کا تعلق اس کے استغی سے ہی ہو سکتا ہے۔ کچھ شک چاہتے ہیں

کہ میں استغی و پسے ہوں۔۔۔۔۔"

"شاید میں نے بھی یہی کہا تھا۔۔۔۔۔" عمران بولا۔

"لیکن شاہد نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے۔"

"اب کال آئے تو کچھ سچ سے معلوم کر نیچے گا۔ لیکن یہاں اس نے سرف بھی بتانے کے لیے فون کیا تھا

تمام تر توجہ ہارلم ہاوز ہی کی طرف ہے۔"

"بہت متناظر رہنا۔۔۔۔"

"فکر نہ کیجئے۔۔۔۔۔ ہاں س تیر کے سلسلے میں کیا ہوا۔۔۔۔؟"

"کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ مددگاروں پر شدید نہیں کرنا چاہتا۔"

"صرف قادر کو ٹوٹے۔۔۔۔"

"کیوں۔۔۔۔؟"

"وہ آج کل بہت بڑ ضرورت مند بن گیا ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔؟"

"تھا نسب خردید تا ہو دیکھا گیا ہے۔"

"چتا نہیں کیا بک رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

"گل رش کے وہ کنڈیڈمنٹ ہیں۔۔۔۔۔ ایک قادر اور دوسرا سیمان۔۔۔۔۔"

"وہ۔۔۔۔۔؟"

"بس قادر پر نظر رکھئے۔۔۔۔۔ کسی نے ہم تو رسوا کیا نہیں تھا۔ آدھا تیر اور ایک غافلہ تخی کی بات کے

پے سو دو سو کیلبرے ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔۔۔ میں دیکھوں گا۔۔۔۔۔"

"ہو سکتا ہے دھاتیر شاہد کے لیے ہو۔۔۔۔۔" رنخافہ آپ کے لیے۔"

"میں نہیں سمجھا۔۔۔۔۔؟"

"میں سے محض ایک حتمی حرکت بکھنے کے لیے تیار نہیں۔ آپ کے لیے صرف غافلہ ہی کافی تھا۔"

یقین کیجئے بہت باخبر لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ اس حد تک جانتے ہیں کہ آپ کو تیر پسند ہیں، صرف

آپ ہی کے سامنے رکھے جاتے ہیں، "ران کی معلومات کاؤریج گھر کا کوئی ملازم ہی ہو سکتا ہے۔"

"میں بھی یہی سوچتا رہا ہوں کہ آدھا تیر کسی ہم کی مدد سے ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن صرف سی ہے جو

اس سے سرہ کار رکھتا ہو۔"

"ممکن ہے۔۔۔۔۔ شاہد اس علامت کو پہچانتا ہو۔۔۔۔۔ ظاہر ہے وہ دھمکی ملاقات کے انگوٹے سلسلے

میں چھن بین ہی کرنے کی بنا پر مجھے ملی تھی۔ لہذا آپ شاہد سے اس کا ضررہ ر مریں گے۔"

"سامنے کی بات ہے۔۔۔۔"

"شاہد تک پہنچنا بعد ضروری ہو گیا ہے۔"

"اس کی دھری کال کا منتظر ہوں۔۔۔۔ تمہارے مشورے پر عمل کیا جائے گا۔"

"شکریہ ڈیڈی۔۔۔ میں بہت دھمے گھنٹے بعد آپ سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔ فون نمبر اس پے نہیں دے سکتا کہ کسی ایک جگہ قیام نہیں ہے۔"

"چھٹی بات ہے۔۔۔۔" دھری طرف سے کہا "یا رسالہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔"

۱۰۔ ۱۰ یو مینشن سے ریڈی میڈ میک اپ میں نکلا۔ چوٹی ہونی تاکہ کے نیچے تھوڑی تک جھکا ہو مونچوں کا بیان پہلی نظر میں خاصا ڈرا نا لگ رہا تھا۔

۱۱۔ ۱۱ مہر کی نگرانی صفدر، چوہان، ورسد یعنی کر رہے تھے۔ کوریل یا کی کوٹھی خا کے ذمے ڈیڈی تھی۔ عمرن ۱۲ مہر کا جازہ بہر سے لیا جاتا تھا۔ یہ عمارت کے کس حصے میں آتی تھی جہاں دوست مند جبکہ کے وگ آباد تھے ورساری عمارت ایک دھری سے خاصے فاصلے پر تھیں۔

چاروں طرف گھوم پھر کر س نے بارنم باہر کا جازہ یا تھا "رچہ ایک رستورن میں آ بیٹھا تھا۔"

نہیں سے س نے ایک بار پھر رحمان صاحب کے نمبر ڈائل سے دھری طرف سے فوراً ہی جواب دیا تھا۔ رحمان صاحب نے س کی "زچہ پی ٹی تھی" دھری سے اتنا ہی رسالہ منقطع کر دیا تھا۔

"چچو۔۔۔۔۔ ہٹ نمبر ترسی۔۔۔۔۔"

عمرن نے سر کو جنبش دی "ورسیور رکھ کر اپنی میز پر پٹ آیا۔ کافی طلب کی تھی "رہیں ہٹ بعد بل د کر کے اٹھ گیا تھا۔"

ب اس کی گاڑی چچی، یو کی طرف جاری تھی۔ بہترین ساحل تفریح گاہوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ ہٹ مرنے پر دیے جاتے تھے "کسی نہ کسی ہوٹل سے متعلق تھے۔ تری نمبر کا ہٹ فلپ ہوٹل کے زیر انتظام تھا۔ ہیں سے س نے اس کے فون کا نمبر حاصل کیا تھا۔ وہاں جانے سے قبل ڈکٹر شاہد سے فون پر گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"بیو۔۔۔۔۔ کک۔۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔۔" دھری طرف سے خوف زدہ کی آواز آئی۔ یہ جملہ

پیچھے ہٹ جاؤ۔۔۔۔۔" باہر سے غرائی ہوئی تو آواز آئی۔

اس نے نئی موٹی سے قمیص کی تھی۔ قفل میں کبھی گھومنے کی آواز آئی تھی اور دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایک بدہیت آدمی کھڑا کھائی دیا۔ شاید مزید وہ قدم پیچھے ہٹ گیا۔

آنے والے نے دروازہ بند کر کے دوبارہ اندر سے متقل کر دیا شاید اسے خوف زدہ نظروں سے دیکھ کر رہا تھا۔

بدہیت آدمی سے گھورتا رہا۔

"مم۔۔۔۔۔ میں کون ہوں۔۔۔۔۔؟" شاید بکا لایا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔" بدہیت آدمی غرایا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ بتاؤ۔۔۔۔۔ میں کون ہوں۔۔۔۔۔؟"

"مگر کٹوریہ کے علاوہ کوئی بھی ہو سکتے ہو۔"

"خدا کے لیے میرے مسئلہ نہ رہو۔ مجھے بتاؤ کہ میں کون ہوں میرا نام کیا ہے۔ پتا نہیں کہ سے چہتا پھر رہا ہوں۔ کوئی نہیں بتاتا۔"

"نہیں چسے گی۔۔۔۔۔" جنہی سر ہلاتا ہوا۔

"کیا نہیں چسے گی۔۔۔۔۔؟"

"یہی جو تم پرانا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ تمہاری یادداشت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔۔۔۔۔"

"یادداشت۔۔۔۔۔؟" شاید اس طرح ہوا جیسے خواب میں بول رہا ہو۔

"ہینہ چو۔۔۔۔۔" جنہی بستر کی طرف اشارہ کر کے ہوا۔ "میں بھی تمہاری یادداشت واپس لوں گا۔"

"میں تمہارے شکر گزار رہوں گا اگر یہاں سے۔۔۔۔۔"

"تمہیں سنبھلنا پس لینا پڑے گا۔" جنہی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا سنبھلنا؟ یقیناً کہ میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔۔۔"

"کیا تم ڈکڑا رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

"میرے لیے یہ نام بدل کر لیا ہے"

شاہد کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

"تو پھر ڈکسٹر ملتا تمہاری بہن بھی نہیں ہوگی؟"

"میں کیا جانوں کہ کون ہے۔۔۔۔۔"

"جو کوئی بھی ہے بڑی اذیت میں مبتلا ہے۔"

شاہد کی آنکھوں میں پل بھر کے لیے خوف کی جھلکیاں نظر آئی تھیں، "پھر غائب ہوئی تھیں۔"

پھر اس نے تمبوک نکل کر رہا تھا۔ "تم جو کوئی بھی ہو خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ میں کون ہوں۔۔۔۔۔"

"مسٹر رحمان کے ہونے والے داماد۔۔۔۔۔"

"اور تم کون ہو۔۔۔۔۔"

"ڈھمپ۔۔۔۔۔ دھتیرہ۔۔۔۔۔"

"آدھا تیرہ۔۔۔۔۔" شاہد بے ساختہ جھپٹ پڑا۔

"ورنہ میں وہی رہنا پڑے گا جو تم سے کہا جا رہا ہے۔"

"تم چھی طرح جانتے ہو۔۔۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔۔۔ یقیناً کرو۔۔۔۔۔"

"کیا تم سے پسند کرو گے کہ ملتا کو تمہارے سامنے ہی کوئی نقصان پہنچا دیا جائے۔"

"خداوند۔۔۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔۔۔"

"وہی جو کہا جا رہا ہے۔۔۔۔۔"

"کیا کہا جا رہا ہے۔۔۔۔۔"

"تم چھی طرح جانتے ہو۔۔۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔۔۔ یقیناً کرو۔۔۔۔۔"

"وہ اسے منے فون رکھا ہو ہے۔۔۔۔۔ محکمہ صحت کے سیکریٹری کو بتاؤ کہ تم اپنا شخصی و پس پیرا چاہتے

ہو۔"

"میں سے نہیں جانتا۔۔۔۔۔ رے میں یہی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔"

"ایک شخص نے تمہیں رہائی دلائے کی کوشش کی تھی ہم نے اسے بھی پلڑیا ہے۔"

"مجھے رہنی دے، نے کی کوشش کی تھی تو کیا میں نے کسی جیل سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی؟"

"میں بھی سے بھگو تاہوں۔۔۔۔۔ شاید تمہاری یادداشت وہاں آجائے اسے دیکھو۔" جنسی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ شاید بھی اٹھا تھا۔

"تم وہیں بیٹھے رہو۔۔۔۔۔ ورنہ کوئی مار دے گا۔" اجنبی مزکرہ ہوا۔

پھر وہ پہنچ گیا تھا۔۔۔۔۔ شاید دم بخود بیٹھا بند دروازے کو عجیب نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد مہرین بوکھڑیا ہو کر داخل ہوا تھا۔ شاید اٹھوایا۔

"مجھے افسوس ہے ڈاکٹر۔۔۔۔۔" اس نے کہا۔

"کک۔۔۔۔۔ کیا تم مجھے جانتے ہو۔۔۔۔۔؟"

"کیا بات ہوئی۔۔۔۔۔؟" مہرین نے حیرت سے کہا۔

"میرا جانتے ہو تو بتا دو کہ میں کون ہوں۔۔۔۔۔؟"

"رے تم ڈاکٹر شاید ہو۔۔۔۔۔ میری بہن ثریا سے تمہاری شادی ہوئے ہیں؟"

"کاش۔۔۔۔۔ میں نے یہ نام پہلے ہی کبھی سنا ہوتا۔"

"بہت اچھے۔۔۔۔۔" دکتر مہرین ہنس پڑا۔

"میر کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔۔۔۔۔" شاید اپنی پیشانی مسلتا ہوا ہوا۔

"یاد بڑی چھٹی، کاری کر رہے ہو۔۔۔۔۔" عمران آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے۔۔۔۔۔" اس طرح تم بچ سکتے ہو۔"

"یہاں میں تم دگ کیا ہو رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

"میں بھی تمہاری طرح قیدی ہوں۔۔۔۔۔"

"کس کے قیدی۔۔۔۔۔؟ کیوں قیدی ہو۔۔۔۔۔؟"

"میں نے تمہیں نگوں سے چھین لینا چاہا تھا۔ میں خود بھی پکڑ گیا۔"

"کن دگوں سے چھین لینا چاہا تھا؟ مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں آ رہا۔۔۔۔۔"

"تم کوہ کاف کے شہر دے دو۔۔۔۔۔" نلیم پری کے بکھڑے بیٹے "عمران" نے آکھ دیا۔

صاف نظر آ رہے تھے۔

"مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ مسٹر عمر ان کو تلاش کر رہی ہوں۔۔۔۔۔" وہ ہکلائی۔

"کیوں۔۔۔۔۔؟" جوزف سرخ سرخ آنکھیں نکال کر بولا۔

"وہ میرے بھروسہ میں۔۔۔۔۔ دہست ہیں۔۔۔۔۔"

"ہم نہیں جانتے کہ کہاں ہوں گے۔"

"تم کون ہو۔۔۔۔۔؟"

"میں ن کا ہڈی گاڑوں۔۔۔۔۔"

"تب تو تمہیں ن کے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔"

نہ جانتے کیوں جوزف خداف معمول مسکرا، یا تھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟"

"شوق ہے ہڈی گاڑ رکھنے کا۔ زندہ ہاتھ" صوم، مرے خیر آدمی ہیں کہ نہیں ہڈی گاڑ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔"

"اس پر تو مجھے بھی حیرت ہوئی تھی"

"کس بات پر؟" جوزف، سے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"اسی پر کہ اس سادہ لوح آدمی نے، اتنا خوف ناک ہڈی گاڑ کیوں رکھ چھوڑ ہے۔"

"اس پر تو خود مجھے بھی حیرت ہے؟"۔۔۔۔۔ آج تک ان دونوں ریو لوہوں سے ایک گونجی نہیں

جی، میرے مزاج بھی کسی قدر شاعرانہ ہو گیا ہے۔"

"کیا تم کبھی بیوی، بیٹ، چیمپین بھی رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

"میرے جاننے والوں کا یہی خیال ہے۔ دراصل باس کو بھی بائسٹ سے شوق ہے۔"

"چھ۔۔۔۔۔ چھ۔۔۔۔۔ میں سمجھ گئی۔۔۔۔۔" یا اب بھی لڑتے ہو۔۔۔۔۔؟"

"صرف باس سے۔۔۔۔۔"

"وہ۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔۔ کہہ۔۔۔۔۔"

"باس جب بھی میرے سترے پردے میں آتے ہیں مجھے دھتانا پہننے ہی پڑتے ہیں۔"

"تمہارے سترے رُڈش میں آتے ہیں۔۔۔۔۔؟" کو زیلیا نے حیرت سے کہا۔

"بابُ مَسی۔۔۔۔۔ ایک فٹ کے بعد تین دن تک اپنے چہرے کی سینکائی کرتا رہتا ہوں۔"

"عمرن کے مقابلے پر۔۔۔۔۔"

"بابُ مَسی۔۔۔۔۔ میں آٹ تک میرا ایک مکہ بھی ان کے چہرے پر نہیں پڑا۔"

"تم حُظ کر جاتے ہو گے۔۔۔۔۔؟"

"نہیں مَسی۔۔۔۔۔ یہی کوئی بات نہیں ہے۔ خدا شاید یہ جو آخرت میں مجھ پر پوری طرح حاوی

ہوگا۔"

"یقین نہیں آتا۔۔۔۔۔"

جوزف نے چھ نہوا۔ وہ حُظ موٹا بیٹھی رہی۔ سیرمان اس وقت فلیٹ میں وہ جو نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد جوزف بولا۔ "تم پنا کارڈ چھوڑ جاؤ مَسی۔۔۔۔۔ جب آئیں گے نہیں بتا دوں گا۔"

"میں نظر رکھوں نہ کروں۔۔۔۔۔؟"

"اگلے ہفتے تک۔۔۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔؟"

"تین دن سے تو میں نے ان کی ہیکل نہیں دیکھی۔۔۔۔۔"

"آہ۔۔۔۔۔ تو کیا کہیں وہ بھی ٹھکانا ہے۔۔۔۔۔؟"

"اس فلیٹ سے آگے کی بات میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔"

"چھٹی بات ہے۔۔۔۔۔ تو تم میرا کارڈ رکھو۔۔۔۔۔"

وہ پنا کارڈ اسے رچی گئی تھی۔

جوزف نے اس کے جاتے ہی عمرن کے بتائے ہوئے نمبر فون پر ڈائل سے تھے۔

"کیا خبر ہے۔۔۔۔۔؟" دوسری طرف عمران کی آواز آئی۔

"ایک غیہ ملکی ٹرک تمہاری تلاش میں ہے باس۔۔۔۔۔ کو زیلیا نام بتایا ہے۔"

"کیا فلیٹ میں آئی تھی۔۔۔۔۔؟"

"باب۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ پنا کارڈ دے گئی ہے۔"

"وہ مجھے چاہتی تھی۔۔۔۔۔ یہ بیچ میں آگودا۔۔۔۔۔ نے تمہارا نقشہ باز۔۔۔۔۔ میں شہر سیدھا سادہ
آدمی۔۔۔۔۔"

"نوہ تمہارا ریل ہے۔۔۔۔۔"

"ریل کیا۔۔۔۔۔"

"وہ ہوگا۔۔۔۔۔ ڈھرا آدمی۔۔۔۔۔ تمہارا اونٹ یا کالور۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ یہی بات تھی۔"

"ونڈیا کیا بڑا۔۔۔۔۔"

"اس سے مدقات ہی نہ ہو سکی۔۔۔۔۔"

"ٹمہرا اول ہے۔۔۔۔۔"

"کیوں۔۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔۔؟"

"بس ہے۔۔۔۔۔ تمہارا شاڈی نہیں بنے گا۔"

"بے کیوں بکوس کرتا ہے"

"ونڈیا بھی ٹم کو دیکھا۔۔۔۔۔"

"دیکھ بے۔۔۔۔۔ زبان سنبھال۔۔۔۔۔"

"ب ٹم باہ نہیں جائے گا۔۔۔۔۔"

"کیوں نہیں جائے گا۔۔۔۔۔ کوئی اتھوس ہے تیرے۔۔۔۔۔؟"

"باس بوالفون پر۔۔۔۔۔ جائے گا و مرے گا۔۔۔۔۔"

پھر اس نے بالکوئی کے قریب لے جا کر دیوار کا بھرہ ہوا پائٹ دیکھا تھا و وہ گون دیکھتی تھی جو وہ ہیں
فرش پر پڑی ہوئی تھی۔

چانک سی وقت نہوں نے شور مٹا۔ نیپے راک پر بھگدڑ ہوئی تھی۔ جدھر جس کے سینک مارے تھے
مکا جا رہا تھا کچھ نہوں نے ذراں کی آواز بھی سنیں۔ جوزف نے پیچھے ہٹ کر وہ بند کر دیا۔
"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔" سیماں سے گھورتا ہوا ہوا۔

"جس نے مجھ پر گون پڑا تھا۔۔۔۔۔ اب اس پر چلنا۔۔۔۔۔"

"تو نے ٹھیک کہا تھا۔۔۔۔۔ میری شادی نہیں ہو سکے گی۔" سیمان ٹھنڈی سانس لے کر دیا۔

"نہ بہ دروگ کاش ڈی بنا رہندان کا تو کراوک کا۔۔۔۔"

"بے جا۔۔۔۔۔ بڑ بہ دروگ ہے۔ خوب چنواہ دوسروں کے پھٹے میں مانگ رتے پھرتے ہیں۔"

"ہم نہیں سمجھ۔۔۔۔۔ پھٹے میں مانگ رانا پھرنا یا صلب ہونا۔۔۔۔۔؟"

"مصلوب نہیں مصطب۔۔۔۔۔" سیمان نے چہانے کے سے انداز میں کہا۔

"ہی۔۔۔۔۔ ہی۔۔۔۔۔"

"ہی۔۔۔۔۔ ہی کے بچے باہر دیاں چلا رہی ہیں۔"

"ہم کیا کرے۔۔۔۔۔ چلنا ہے تو چلے۔۔۔۔۔" جوزف نے کہا، رکرے کی طرف چل پڑا۔

شاید اس کی پیاس جگ تھی تھی مرہ، چھٹی بوتل کی پچی کچی کے ساتھ ہی ساتویں کے خیاب میں ٹھن تھا۔

۔۔۔۔۔

آپریشن روم سے عمران کی کال اس کے کمرے میں ڈائریکٹ کر دی گئی۔۔۔۔۔ وہ اب بھی سائیکومیشن ہی میں مقیم تھا۔

دوسری طرف سے صفدر کی "ہرستانی دہی۔"

"بھی بھی ایک سبوتاژ کا راز بارلم باہر کی کہلائے میں داخل ہوئی ہے میں نے سوچا شاید اس کی کوئی ہیئت ہو آپ کی نظروں میں۔۔۔۔۔"

"ہو بھی سکتی ہے، نہیں بھی۔۔۔۔۔" عمران ہوا۔۔۔۔۔ "کیا اس کا نمبر لی زیڈ جو میں سو گیا رہ ہے؟"

"نہیں لی زیڈ گیا رہ سو بائیس ہے۔۔۔۔۔"

"کسی خاص جی درے کا نام ہے اس پر۔۔۔۔۔"

"نہیں صرف ریڈ کر س بنا ہوا ہے اس پر۔۔۔۔۔"

"تمہیں سے کوئی اس کا تعاقب نہ کرے۔۔۔۔۔" صفدر اس کی رہائی کی سمت کے بارے میں طرہ

دینا کافی ہو گا۔۔۔۔۔ مرہ، کپاہنڈ سے باہر آئے۔۔۔۔۔"

"بہت بہتر۔۔۔۔۔"

"کیا نمبر بتا دیتا تھا۔۔۔۔۔؟"

"فی زیڈ۔۔۔۔۔ گیارہ سو بائیس۔۔۔۔۔"

"میں منتظر رہوں گا۔۔۔۔۔"

"بہت بہتر۔۔۔۔۔"

"دیس آل۔۔۔۔۔" عمران نے جہ کمر "بٹھ منقطع کر دیا۔

رہ سیدھ رکھا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ اس بار جوزف کی آواز آئی تھی۔

"سب سے پہلے ساتویں بوتل کا شکریہ باس۔۔۔۔۔ اس کے بعد یہ خبر ہے کہ فیسٹ کے باہر فی ٹرنگ ہوئی تھی۔ پڑوسیوں نے بتایا کہ وہ رنجی آئی ایک کار میں بیٹھ کر فرار ہو گئے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ سب پر کس نے فائر کیا ہے۔"

"ساتویں بوتل نے۔۔۔۔۔؟" عمران سر ہلانے لگا۔

"یقیناً وہ باس ساتویں بوتل کے صف وہ گھونٹوں نے مجھے اس حد تک پرستون کر دیا تھا کہ میں نے باکوئی سے جھانکن بھی گور نہیں کیا۔" رقیبہ نے خبر یہ ہے کہ عیمان کی محبت جیت گئی۔ وہ کونٹھی پر گیا تھا وہاں اس نے اپنے رقیب کو غائب دیکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی عبرت پکڑ لی ہوگی۔"

"نہیں باس۔۔۔۔۔" بہت خوش ہے "وہ چوتھی خبر یہ ہے کہ جب آس پاس گویاں چل رہی ہوں تو مجھے اپنی پردہ نشینی کھائے بنتی ہے۔"

"پردہ نشینی بہتر ہے فن پوشی سے۔۔۔۔۔" عمران نے کہا "وہ معاملہ منقطع کر دیا۔ پھر تمیں سینڈ بھدی صفدر کی کال وہ بارہ آئی تھی۔"

"سیموینس گاڑی پورچ میں کھڑی ہے" راکب اسٹریچر اندر سے لایا گیا ہے۔ کوئی اس پر بیٹھا ہوا ہے۔ سر سے چھ تک کھل سے ڈھکا ہوا ہے۔"

"عقاب ہرگز نہ کرنا۔۔۔۔۔" عمران بولا۔ "جانے وہ۔۔۔۔۔"

"ہو سکتا ہے وہ لید کی ڈسٹری ہو۔۔۔۔۔"

"اس کے باوجود بھی وہ کرو جو میں نبوں۔۔۔۔۔ یہ جال بھی ہو سکتا ہے۔ شاید وہ اندر نہ مرنے چاہتے ہیں کہ

"آخر یہ کون شخص ہے جو اس طرح ہمارے مقابل آیا ہے۔ پولیس تو کچھ بھی نہیں کر رہی۔"

"میں نہیں جانتا۔۔۔"

"کیا نام ہے۔۔۔؟"

"عمرن۔۔۔۔۔؟"

"لین ہرٹن نے ڈھمپ نام بتایا تھا۔"

"اس شخص کا نام بتایا تھا جو قید کی کوچھین لے آیا تھا۔ چیف کا خیال ہے کہ وہ عمرن ہی کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔"

"عمرن کی کیا حیثیت ہے۔۔۔۔۔؟"

"یہاں کے محکمہ سرخ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا ہے۔"

"ورسی کے محکمے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"نہیں۔۔۔۔۔، محکمے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک آوارہ مرد آدمی ہے۔"

"وہ۔۔۔۔۔ بیک گاڑی دکھائی دی ہے۔"

"وہ ہماری ہی کوئی گاڑی ہوگی۔ پانچ میل کی مسافت طے نہ لینے کے بعد تعاقب کرنے والی کوئی گاڑی نہیں ہو سکتی۔ تعاقب شروع ہوتا تو بارلم باؤز کے قریب ہی سے ہو جاتا۔ چیف کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"مگر ہماری ہی گاڑی ہے تو اتنی دیر بعد کیوں دکھائی دی؟"

"تو پھر کوئی غیر متعلق آدمی ہوگا۔ اس بریک پر صرف ہم ہی تو نہیں چل رہے۔"

"یہ ساحلی فوج گاہ کی روشنیاں ہیں شاید۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔۔"

"پچھلی گاڑی رستے کے بے بارن دے رہی تھی۔ ایبوالینس گاڑی ایک جانب رکن لگی ورتیز رفتار گاڑی اس کے برابر سے نکلتی چلی گئی۔"

"بہ رڈ نے یہی تو بتایا تھا کہ پہلے وہ گاڑی آگے نکل گئی تھی۔"

"کیوں مرے چار بے ہو۔۔۔۔۔، اپنی گاڑیاں بھی پیچھے ہوں گی۔"

"عمرن کی قیامگاہ کے قریب ان پر فائرے گئے تھے؟"

"مجھے علم ہے چیف۔۔۔۔۔" ہاورڈ بولا۔ "ان سے بھی ملطی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک نے نیمرہ پر فائر دیا تھا۔ جو فلیٹ کی بالکنی میں صر ہوا تھا۔"

"کیوں۔۔۔۔۔" چیف سے گھورتا ہوا غریبا۔

"فائر بے آہ ز تھا۔۔۔۔۔" اس توقع پر یا یا تھا کہ شاید اس طرح عمرن فلیٹ سے نکل آئے۔

"تم حقیق ہو۔۔۔۔۔ تم نے غلط آدمیوں کا انتخاب کیا تھا فلیٹ کی نگرانی کے لیے۔ عمرن فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ رمانیٹس میں بھی نہیں،" اپنے باپ کے گھر میں بھی نہیں ہے۔"

"ہم یہاں کوشش کر رہے ہیں باس۔۔۔۔۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ آج کوئی سفید فاسٹ مٹر کی مہر کے فلیٹ میں گئی تھی؟"

"کوئی دیکھا تھا۔۔۔۔۔" چیف شک لے کر بولا۔

"کوئی دیکھا۔۔۔۔۔" ہاورڈ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں وہی تھی۔۔۔۔۔" اس نے بے غور نظر رکھا۔ وہ عمرن کی تلاش میں ہے۔"

"مگر چیف ضروری تو نہیں کہ وہ اسے مل ہی جائے؟"

"غیر ضروری باتیں نہیں۔۔۔۔۔"

"وہ کے چیف۔۔۔۔۔" ہاورڈ نے گہری سانس لی۔

چیف اٹھ گیا۔

طویل راہداری سے نرسرہ ایک کمرے کے سامنے رکھا تھا قفل کھول رہا تھا۔ وہ دیر سے بیٹھی ہوئی عورت اسے دیکھ کر اچھل پڑی۔

"ڈرہ نہیں۔۔۔۔۔" چیف ہستہ سے بولا۔

"ڈرہ گی کیوں۔۔۔۔۔" عورت نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جب تک تمہارے بھائی ہمیں مدد مل جائے تمہاری رہائی ناممکن ہے۔"

"آخر تم لوگ میرے بھائی سے کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔؟"

"وہ مقربہض ہے میر۔۔۔۔۔ جیسے ہی میں نے اس سرزمین پر قدم رکھا وہ وہ پیش ہو گیا۔۔۔۔۔"

"کتنی رقم ہے۔۔۔۔۔" عورت نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔۔۔۔۔ میرے ملک میں شہزادوں کی بی زندگی بسر کرتا تھا۔"

"آخر تم نے کس موقع پر سے کوئی بڑی رقم دے دی تھی؟"

"تفصیل میں نہیں جاسکتا۔۔۔۔۔ یہ بتلے کیا ڈھمپ مائی کسی آدمی سے، قف ہو؟"

"یہ نام ہی پہلی بار سن رہی ہوں۔۔۔۔۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم سے نام سے نہ جانتی ہو۔۔۔۔۔ لیکن کبھی اپنے بھائی کے ساتھ دیکھا ہو۔ وہ ایک

بدبیت سا آدمی ہے۔ بہت زیادہ پھولی ہوئی ناک، اونچھیں نیچلے ہونٹ پر لگی ہوئی۔ تنی گھنی کہ وہ نہ چھپ کر رہ گیا ہو۔"

"نہیں میں نے ایسے کسی آدمی کو اپنے بھائی کے ساتھ نہیں دیکھا۔"

چیف کموڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ "بہر حال تمہارا بھائی اس پوزیشن میں نہیں کہ میرا قرض دے سکے۔ اس لیے استغھی دے کر رہ پڑا ہو یا نہ۔"

"وہ ہو۔۔۔۔۔ تو کیا کسی بے استغھی بھی۔۔۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ کی ہے۔۔۔۔۔"

"کیا تم یہاں کے قانون کی رو سے قرض کی واپسی کے مستحق قرار پاسکو گے؟"

"میں نہیں سمجھا۔۔۔۔۔؟"

"کیا تمہارے پاس ان کی کوئی ایسی تحریر ہے جس کی بنا پر ان کا قرض و رہو ماثبت ہو سکے؟"

"نہیں۔۔۔۔۔"

"تو پھر۔۔۔۔۔ نہیں تم سے خوف زدہ ہونے کی بیاضہ رست تھی؟"

"وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس نے قرض ادا نہ کیا تو اس کے دونوں کان کاٹ دیے جائیں گے۔"

"یہاں۔۔۔۔۔ اس ملک میں۔۔۔۔۔" عورت نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ یہی دیکھو کہ تم ہماری قید میں ہو۔ اس ملک میں تمہارے قانون نے ہمارا کیا بگاڑا ہے۔ تمہارے انوکھی خبر سے چرے شہر میں سنسنی پھیل گئی ہے۔ اخبارات چیخ رہے

ہیں نہیں تم دیکھ رہی ہو۔

عورت کچھ نہ بولی۔

چیف تموڑی دیر خد موش رہ کر بولا۔ "تمہارا بھائی جہاں بھی ہوگا تمہارے انوکھی خبر اس تک ضرور پہنچی ہوگی۔ یہ بھی جانتا ہوگا کہ اس میں کس کا ہاتھ ہے لیکن اسے تمہارا ذرہ برابر بھی خیال نہیں ہے۔"

دکتر کسی نے دروازے پر دستک دی، سرچیف چونک کر مڑا۔ پھر اس نے ٹھیکے اندر میں ٹھوکر مار دی۔
 کھوا۔۔۔ سب نے باہر ڈھنڈھ مچا دیا۔

"جی۔۔۔۔۔ ذریعہ۔۔۔۔۔ "اے کلید! " کہتا ہوں میں کوئی ہے۔"

" کوٹ دے "۔۔۔۔۔

”چائے پیس“

"تمہار دماغ تو چل نہیں آیا۔۔۔۔۔ اپنی شکل دیکھو۔۔۔۔۔ کون ہے کمپائنڈ میں۔ وہ میں سمجھا۔۔۔۔۔ تم شاید یہ کہنا چاہتے ہو کہ، میں لوگوں میں سے کوئی ہے؟"

۱۱. **تجزیہ و تحلیل** $\frac{1}{x^2} = x^{-2}$ کی صورت میں لکھ کر

॥ ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥

"گیٹ بند کر کے نہیں کھول دو۔۔۔۔۔ میں پہلے آئے ہیں اپنی مکمل ضرورت کی چیزیں لے لی ہیں۔ کہیں تمہیں ہی کوئی ضرورت ہو۔۔۔۔۔ تمہارا رہنا ہے۔۔۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ تو چیخ۔۔۔۔۔" وہ چیخے رہتا ہوا۔ "میں کتے کھلونے دیتا ہوں۔"

ٹھیک سی وقت پوری عمرت تاریک ہوئی۔ رچیف اونچی آواز میں بولا۔ "خبردار تم کمرے ہی میں خاموش بیٹھی رہنا۔۔۔۔۔ رنہ ٹونی مار دی جائے گی۔"

پھر اس نے کھینچ کر درہ زدہ بند کیا تھا۔ رنول کر قفل میں کنبی لگان تھی۔ اندھیرے میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"کے۔۔۔۔۔کے۔۔۔۔۔" چیف زمرے چیخا۔ "کے کھول دینے کی کوشش کرو"۔ وہ دیو رٹولتا

کیا ہو تھا۔۔۔۔۔ اس کا ہوش نہیں۔

وہ بارہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوئی تھی تو پھر خود کو ایک کمرے میں پایا تھا لیکن وہ کمرہ ہرگز نہیں تھا جس میں قید رہی تھی۔ یہ کمرہ اس سے زیادہ کشادہ تھا اور اس میں جان کے دروازے تھے۔ اس نے ٹھہر کر ایک دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی پھر دوسرے کو آزمایا تھا۔ دوسرا بند تھا۔ تیسری کھل گئی اور دوسرے کی جگہ میں چپ چاپ رہی تھی۔ "بھائی جان۔"

یہ بھی ایک کمرہ ہی تھا اور اس کے سامنے ڈاکٹر شاہد ایک آرام دہ کرسی پر نیم دراز نظر آیا۔
"مم۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں۔۔۔۔۔؟" شاہد سیدھا بیٹھتا ہوا پوچھا۔
ملاقات ٹھک کر رہ گئی۔

"مگر میں بھائی جان ہوں تو بتاؤ کہ میں ہوں کون۔۔۔۔۔ میرے کمرے کہاں ہے؟"
"رہے بھائی جان۔۔۔۔۔" وہ خوف زدہ لہجے میں پوچھتا کہتے کہتے رگڑ گئی ٹھیک سی وقت عتب سے
آواز آئی تھی۔ "یہ آپ کے بھائی جان نہیں بلکہ میرے عذاب جان ہیں۔"
ملاقات چونک کر مڑی۔ سامنے عمران تھڑا تھا۔ ڈاکٹر شاہد بھی کرسی سے اٹھ گیا۔
"میرا نام علی عمران ہے مختہ۔۔۔۔۔"

"میں۔۔۔۔۔ جانتی ہوں" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "آپ کی تصویر دیکھی تھی۔"
"پچھلی رات میں ہی تھا جس نے آپ کو رہائی دلائی تھی۔"
"وہ خود پٹڑے گئے۔۔۔۔۔" ڈاکٹر شاہد بے ساختہ ہل پر۔
"ساتھ ہی پٹڑے گئے۔۔۔۔۔" عمران بائیں آنکھ بانٹ رہا تھا۔
وہ شاہد کے منہ پر ہویاں ڈالنے لگیں۔

"پروہ مت کرو۔۔۔۔۔ میں ہی صحت یابداشت واپس آتا ہوں۔۔۔۔۔" عمران بولی۔
"مم۔۔۔۔۔ میں نہیں سمجھتا۔۔۔۔۔"

"تم محفوظ ہو ڈاکٹر۔۔۔۔۔ ڈاکٹر میری آؤں ہے۔"
"وہ۔۔۔۔۔" وہ کسی ڈاکٹر کا ذکر کر رہے تھے۔ "ملاقاتی۔"
"نہیں سنا ہی چاہئے۔"

"میں کہتا ہوں۔۔۔۔۔" شاہد نے سول کیا۔

"یک محفوظ مقام پر۔۔۔۔۔ تحفظ ہی کے لیے تمہیں یہاں رکھا گیا ہے۔ بلکہ براہ راست میری تحویل میں ہو تاکہ بڑھوٹک بجو دی جائے۔"

"گروہ آپ کا آدمی تھا تو اس نے آدھے تیر کا حوالہ کیوں دیا تھا؟" شاہد عمران کو غور سے دیکھتا ہوا۔

"آپ لوگ روم سے بیٹھ جائے۔۔۔۔۔" عمران باتھ ہاؤس بولا۔ پھر مدد سے کہا۔ "میں پہلے آپ کی کہانی سنوں گا؟"

"مم۔۔۔۔۔ میری کہانی۔۔۔۔۔ یہ ہے کہ ایک غیہ ملکی لڑکی مریشہ کو دیکھنے کے لیے مجھے ہارم باؤز سے لٹی تھی وہ وہیں مجھے بند کر دیا گیا تھا۔ پھر میں نہیں جانتی کہ دوسری عمارت میں کیسے پہنچی تھی۔ انہوں نے مجھے بطور ریشہ ل رکھا ہوا تھا۔"

"کس سلسلے میں؟"

ڈسٹر شاہد زور سے کھنکارا تھا جیسے مدد کو بولنے سے روک رہا ہو۔ لیکن مدد لقا خود اسی سے سوال کر بیٹھی۔ "کیا تم کسی کے بہت زیادہ مقرب شخص ہو؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ سول سی پیدا نہیں ہوتا۔" شاہد بولا۔

"لیکن وہ بہرہ رکھتا تھا کہ کوئی بہت بڑی رقم ہے۔۔۔۔۔ اسی لیے وہ پوش ہو گئے ہو۔۔۔۔۔"

شاہد کچھ نہ بولا۔ مدد سے غور سے دیکھتی ہوئی کہتی رہی۔ "تم نے اس سے یہ رقم کی کے ملک میں لٹی تھی جب تمہیں معصوم ہو کہ وہ یہاں آیا ہے تو تم رو پوش ہو گئے۔"

"کیوں ڈسٹر صاحب۔۔۔۔۔" عمران نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔" شاہد نے جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"لیکن آدھا تیر۔۔۔۔۔"

"جی نہیں آپ کیا بہرہ رہے ہیں۔۔۔۔۔" عمران بھائی؟"

"بھی فور دیر پہلے تم نے ڈھمپ کے سلسلے میں حیرت خاہ کی تھی کہ گروہ میرا آدمی تھا تو اس نے آدھے تیر کا حوالہ کیسے دیا تھا۔"

"...درصل...جس کامیں مقرر نہیں ہوں...ہاں آدھا تیر کہتا ہے۔"

"کیوں محترمہ...کیا وہ آدھا تیر تھا...؟" عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کی گفتگو شروع ہوئی ہے۔" مرلہا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"مضبوط یہ کہ وہ تیر سے مشابہت رکھتا تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔۔۔"

"کیا اس نے آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر قتل کی تھی؟"

"جی نہیں۔۔۔"

"نام بتائیے تھا۔۔۔"

"بھلا، وہ نام کیوں بتاتا جب کہ اس سے ایک غیر قانونی حرکت سرزد ہوئی تھی۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ چھ اس کا حلیہ ہی بتا ہے۔۔۔۔۔؟"

"در زقدہ و رچوز چنگا۔۔۔۔۔ دلی ہے۔"

"کوئی مخصوص پہچان۔۔۔۔۔؟"

"ٹھہرے۔۔۔۔۔ مجھے سوچنے دیجئے۔۔۔۔۔ ایک نشان جو سبھی کو عجیب لگا ہے۔ پیشانی پر دائیں

جانب اس کی شکل میں زخم کا نشان۔ واضح رہے کہ وہ اسے بھی نظر آتا ہے۔"

"یہ ہولی ماہات۔۔۔۔۔" عمران سر ہلاتا ہوا بولا۔ "اب اس کا فرض دوسرے کی کوشش کروں گا۔"

شاہد اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔ عمران کے ہونٹوں پر عیب سی مسکراہٹ تھی۔

"وہ کچھ پوچھتا ہے آپ کو ڈاکٹر شاہد سے؟" اس نے مرلہا سے سوال کیا۔

"یقیناً۔۔۔۔۔ وہ پوشی کی بہ قرض ہوسکتا ہے۔۔۔۔۔ سین اسٹیم؟"

"من سب یہی ہوگا کہ یہ سول آپ میرے لیے ہی چھوڑ دیں۔۔۔۔۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"بہتیری باتیں خواتین کے علم میں لانے والی نہیں ہوتیں۔"

شاہد نے بوکھلا کر عمران کی طرف دیکھا تھا۔

"لہذا آپ آرم کیجئے۔۔۔۔۔" عمران بولا۔

"میں نے گھر پہنچا جانا چاہتی ہوں۔"

"بھی نہیں۔۔۔۔۔ ذرا حالت کو میرے قابو میں آجائے دیکھئے۔۔۔۔۔ مرنہ آپ دیکھ ہی چکی ہیں کہ پولیس آپ کا سراغ نہیں پاسکتی تھی، مرنہ ہڑکی اب بھی آزاد ہے جو آپ کو مارلم ہاؤز لے گئی تھی۔"

"تو اس کا مصدب یہ ہو کہ یہاں قانون کی خطرانی نہیں ہے؟"

"قانون کی خطرانی تو ہے۔۔۔۔۔ مین سیاست بھی بہر حال ایک ٹھوس حقیقت ہے۔"

"کیا اس سے کہہ سقیدف مرغیہ ملکی ہیں۔۔۔۔۔؟"

"مرہ سقیدف مرغیہ ملکی بھی مواتے تو حالات کے تحت بھی صورت ہوتی۔۔۔۔۔ قرض دینے والے بننے بے حد صورت حرم ہوتے ہیں۔ مین اس کے باوجود بھی ان کے حسن کی تعریف مرنی پڑتی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔۔۔۔۔"

"یہی بات ہے۔۔۔۔۔ تو پھر بس جائز آرام کیجئے جائز۔۔۔۔۔"

"شکریہ۔۔۔۔۔" اس نے کہا مرنی کمرے میں واپس چلی گئی جہاں سے وہ گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی۔

عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"مر آپ ہی سامنے آتے تو یادداشت کچھ بیٹھنے کا ڈھونگ نہ رہ جاتا۔۔۔۔۔" شاہد نے آہستہ سے کہا۔

میں اس خوفناک آدمی کو دلیر بھی سمجھا تھا کہ انہی لوگوں سے سابقہ ہے۔ آپ کی کان ریسیور نے کے بعد میں ان کے پائل میں پھنس گیا تھا۔ وہ ہٹ کی خطر کی تو زمر اندر داخل ہوئے تھے۔

"پھر تمہیں بے ہوش کر کے ایک سیموینس گاڑی میں ڈالا تھا۔ رنکل جانا چاہتے تھے۔"

"اور مجھے یہیں ہوش آیا تھا اس لیے غلط نہیں میں بتا ہوا تھا۔"

"خیر بآ جا۔ اصل معاملے کی طرف۔۔۔۔۔"

"میں بھی اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس کا قرض واپس کروں۔"

"مر! کھا، کھائی بات ہو تو میں دے سکتا ہوں؟" عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"پورے دس لاکھ۔۔۔۔۔"

"وہ دن کے اندر اندر قتل کر دیں گے۔۔۔۔۔"

"آپ نہیں۔۔۔۔۔" وہ کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ دیا۔

"باب۔۔۔۔۔ باب۔۔۔۔۔ یوں نہیں۔۔۔۔۔ بس اب استغنیٰ وہیں لے لو۔۔۔۔۔" عمر ن نے چہرہ زبر کہا۔

شاہد ہنسنے دیا۔۔۔۔۔ حتمی انداز میں عمر ن کی صورت ٹکٹا رہا۔

"جس شخص کا یہ تمہاری بہن نے بتایا ہے وہ قرض نہیں دیتا بلکہ حکومتوں کے تختے لٹکا ہے۔"

"آپ کیا جانتے ہیں۔۔۔۔۔" شاہد اچھل پڑا۔

"پنے باپ کے مقابلے میں میں نے زیادہ دنیا دہلیسی ہے۔ آج سے دس سال قبل اس نے ایک فریٹی ملک کو جنم بنا دیا تھا۔"

"عمر ن صاحب۔۔۔۔۔ میں ایک بے بس چوہے کی طرح خوف زدہ ہوں۔"

"اگرچہ بات بتا دو تو شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔۔۔۔۔؟"

شاہد نے دونوں ہاتھوں سے پناہ دے ڈھانپ لیا "بھائی ہوئی آہ ز میں ہو۔۔۔۔۔" اگر میں آپ کو اپنی بے بسی کی وجہ بتاؤں گا تو آپ مجھ سے متنفر ہو جائیں گے۔ لیکن خدا کی قسم مجھے قہقہے یا ہنسی نہیں کہہ میں کب نہ حرکات کا مرتکب ہو تھا۔"

"تم جو کچھ بھی ہو گے میں اس پر یقین کروں گا۔ میں تو صرف ایک تماثلی ہوں۔ محبت و عزت کا حق مجھ سے چھیننا یا گیا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔۔۔۔۔" شاہد نے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"ایک یہ تماثلی جو خود بھی تماشے کی ایک کردار ہے۔"

"اب بھی نہیں سمجھا۔۔۔۔۔"

"میں صرف کام کرتا ہوں۔۔۔۔۔ محبت یا عزت کرنا میرا مسلک نہیں ہے۔"

"بالکل سی درخت کی طرح جو صرف پھل دیتا ہے پھل توڑنے والوں پر پتھر نہیں پڑتا۔"

"طرب علمی کے زمانے میں ان کے چنٹل میں پھنس گیا تھا۔ طب اور جرح کا بہت چھٹا طب علم تھا وہ رنصاب سے باہر نکل کر بھی تلاش جستجو کی لگن رکھتا تھا۔ میرے ان دنوں سے نہیں فائدہ اٹھانے

کا موقع مل گیا میرا۔ ایک ہم سبق جوہ ہیں کے ایک بڑے سرمایہ دار کا لڑکا تھا۔ ایک دن کہنے لگا کہ میں تمہیں ایک ایسے درے میں متعارف کرا سکتا ہوں جہاں استعداد بڑھانے کے بہتے موقع موجود ہیں۔ میں اس کی باتوں میں آ گیا۔ واقعی وہ عجیب دنیا تھی۔ میں نے وہاں ایسے ایسے آلات دیکھے جن کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کتابوں کا ایک ایسا ذخیرہ کہ آنکھیں کھل گئیں۔ درے کا سربراہ ایک مشفق آدمی تھا۔ اس نے مجھے باتوں باتھ یا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ذہانت کی کوئی قومیت نہیں ہوتی۔ خدا کا عطیہ ہے۔ ہر کی دنیا کے کام آنا چاہئے۔ یہ آدھا تیرا اسی اور اے کا نشان اور مولوگرام کا ایک حصہ ہے۔ لیکن میرے لیے یہ نشان سوا بن رہا ہے۔ دو ماہ سے وہ لوگ کسی نہ کسی طرح سے یہ نشان مجھ تک پہنچاتے رہے ہیں۔ اس کا مقصد یا وہابی ہے کہ اب مجھے ان کا آلہ کار بننا ہی پڑے گا۔

"سوال تو یہ ہے کہ تم وہاں اپنی استعداد بڑھاتے بڑھاتے کیا رہنے لگے تھے؟ اس کی بنا پر وہ تمہیں بیک میل رہنے کی کوشش کر رہے ہیں؟"۔ عمران نے سوال کیا۔

"کاش مجھے یقین ہوتا کہ میں نے وہ سب سچہ یا ہو گا؟ اس کے کھلے ہوئے ثبوت انہوں نے میرے سامنے پیش کئے تھے۔"

"ڈاکٹر ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو؟ عمران اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا۔۔۔" میں تمہیں ایک پانچواں دن دے سکتا ہوں کہ تم سچی محج اپنے بارے میں سب سچہ بھوس چوس گے اور پنچاؤں کا ٹر زل ہونے کے بعد تمہیں قطعی یاد نہ رہے گا کہ تم اس دوران میں کیا کر چکے ہو۔"

"آپ جانتے ہیں۔۔۔۔۔" ڈاکٹر شاید پرمات لہجے میں جینا۔

"جانتا ہی نہیں ہوں۔ یہ بہتر ہے شہدے میرے پاس بھی ہیں۔"

"لیکن دو گوں کی بڑی کثرت اس کے بارے میں نہیں جانتی۔" ڈاکٹر شاید ایک طویل مائیں کے سر ہوا۔ "ن کے پاس میری ایسی بے ہودہ تصاویر ہیں کہ میں ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"ٹرک جان پہچان وئی ہوگی؟"

"ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ ٹرکی نہیں۔۔۔۔۔ لڑکیاں کہے۔۔۔۔۔ لیکن میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ وہ کون تھیں۔۔۔۔۔ یا میں ان سے کب ملا تھا۔"

"مجھے یقین ہے۔۔۔"

"وہ قصہ میرے دماغ نے کے بعد کہا گیا تھا کہ میں پوری طرح ان کے رُفت میں ہوں۔ جہاں بھی ہوں گا ان کا یہ بند رہوں گا۔"

"تو کیا پچھو دنوں تک وہاں مستقل قیام رہا تھا۔۔۔؟"

"چھ ماہ تک۔۔۔۔۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد، جی کا خیال تھا کہ اس درے کے سربراہ نے مجھے چھ ماہ خصوصی ٹریننگ دینے کا فرمایا۔ اثراجات ادارے ہی کے ذمے ہوتے لہذا مجھے یہ معترض ہو سکتا تھا۔ یقین کیجئے کہ میں دل کی سرجری کا اسپیشلسٹ اسی ادارے میں چھ ماہ کے اندر ہی بند رہ گیا تھا۔ اس دوران میں ہی انہوں نے میرے ساتھ ہر حرکت کر ڈالی جس کا مجھے علم ہی نہ ہو۔ کالین مجھے اس سے قبل ہی شہید ہو گیا تھا کہ میں خط لکھنے کے باتوں میں پڑ گیا ہوں۔ یہ اس ملک کی وہی تنظیم معصوم ہوتی ہے جو ترقی پذیر ملک میں ریشہ دانیوں یا کرتی ہے۔"

"کس بنا پر شہید ہوئے تھیں۔۔۔؟" عمران نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہاں مریض بھی ہوتے تھے۔ میرے قیام کے دوران ہی میں وہاں ایک افریقی ملک کا شہزادہ اپنے کسی مرض کا علاج کرنے کے لیے داخل ہوا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کا بھانجا تھا۔ منشیات کا دہی، جنسی کج روی کا شکار، اور غیر معمولی قوت کے حصول کا خواہش مند تھا۔ وہ لوگ پوشیدہ طور پر اس کا کسی قسم کا ٹریٹمنٹ کرنے لگے۔ ایک دن وہ نشے کی جھونک میں رہنے لگا اور جوا کہ وہ اس بار اپنے ماموں یعنی اس افریقی ملک کے بادشاہ کی تقریب سالگرہ میں شرکت نہیں کر سکے گا۔ ادارے کے معالجین نے اسے تشفی دیتے ہوئے وعدہ کیا کہ وہ ہیں سالگرہ کی تقریب برپا کر کے اس کے سپہ رسومات کی دستگیری کا موقع فراہم کر دیں گے۔ آپ یقین کیجئے عمران صاحب کہ اتنی سی بات کے لیے انہوں نے بہت بڑی رقم خرچ کر دی تھی۔ باقاعدہ دربار کا سیٹ لگایا تھا اور ایک یہ آدمی بھی انہوں نے ڈھونڈ نکالا تھا جو اس کے ماموں کا مشکل تھا۔ تقریب برپا ہوئی۔ مبارک باد دینے کی رسم کے وقت شہزادہ اس کے قریب پہنچا اور جو نورنگ اس پر فائرنگ شروع کر دی۔ کارتوس نکلی تھے بات نہیں میں ٹل گئی۔ لوگوں نے زور زور سے قہقہے لگائے تھے۔ رتا رتا بچاں تھیں۔ لیکن مجھے یہاں ہی لگا تھا جیسے اس وقت وہ شہزادہ مشنئی طور پر حرکت کرتا رہا ہو۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر میں الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔"

دوسرے دن موقع نکال کر میں نے اس سے بات کی تھی۔ لیکن کچھ نہ ہیرت سے منہ کھوئے مجھے
 دیکھتا رہا تھا۔ کچھ بھی تو یاد نہیں تھا، سے کچھ وہ منس کر دیا تھا۔ شاید تم نے خوب دیکھا تھا۔
 ڈکٹر شہد بخ موٹ ہو کر پچھو سوچنے لگا۔

"سنگرہ کی بات خود اس نے شروع کی تھی" مر رہا تھا۔۔۔۔۔ "؟ عمران نے سوچا۔

نہیں۔۔۔۔۔ اس کے ملک کی رسم و رواج کی باتیں چھڑی ہوئی تھیں۔ بادشاہ کی سانگرہ کا بھی ذکر
 شروع ہوا تھا۔ اس نے وہ شروع کر دیا تھا۔ خیر اب سے ایک سال پہلے کا واقعہ یاد کیجئے۔ افریقہ
 کے کسی ملک کے بادشاہ کو اس کے اسی بھانجے نے قتل کر دیا جس نے تین ماہ قبل اس درے میں گویا
 اس کے قتل کا رپورٹ کیا تھا۔ بالکل اسی طرح سانگرہ کی مبارک باد دیتے وقت اس نے اپنے ہاتھوں
 پر چڑھ کر اسے تھے وہ وہ اسی جگہ مر رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔۔۔" عمران نے پرتکڑی لہجے میں کہا۔

"اب آپ خود سوچنے میں ایسے ڈھماکے لوگوں کے ہتھکنکھ میں پھنسا ہوا ہوں؟"

"لیکن سول تو یہ ہے کہ تم نے استغنیٰ یوں دیا۔۔۔۔۔؟"

"کیا آپ کو میری پوزیشن کا علم نہیں ہے۔۔۔۔۔؟"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تم کن شہیتوں کے معائنہ ہو۔۔۔۔۔"

"بس تو پھر میری موجودہ پوزیشن کا اندازہ لگا دیجئے۔۔۔۔۔ مر جانا پسند کروں گا۔ لیکن ان کا آہ کار
 نہیں ہوں گا۔"

"کیا تم سے نہیں نے پچھڑنے کو کہا تھا؟"

"بھی تک تو نہیں کہا۔۔۔۔۔ لیکن آپ بتا دیجئے کہ اچانک مجھے میری ڈھماکے پوزیشن کا احساس
 دلانے کی کوشش کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ گویا مجھے پہلے ہی متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر میں نے ان کی
 کوئی بات نہ مانی تو وہ میری سوشل حیثیت کو تباہ کریں گے۔"

"ہوں۔۔۔۔۔" عمران سر ہل کر بولا۔ "ہو سکتا ہے۔"

"اور میں نے استغنیٰ دے کر نہیں جتنا چاہا تھا کہ میں خود ہی اپنی اس حیثیت کو ختم کر دیتا ہوں۔ پھر تم
 تشہیر کیا کروں یہ وہ تصویر کی۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا ہر بتا دیا۔ مہ لقا کو اغوا کر لیا اور سے

کی طرح تعاون کرو گے تو بڑے مرتبے پاؤ گے۔ تمہارے ملک میں تم سے زیادہ دولت مند آدمی کون ہوگا۔"

"یقین کرو کہ مجھ سے کوئی ناپسندیدہ کام نہ کر سکو گے۔"

"تم نے پہلے سے یہ یونکر سمجھ لیا کہ وہ کام تمہارے لیے ناپسندیدہ ہوگا؟"

"مرتم یہ سمجھتے ہو کہ ڈسٹریٹ جنرل کی بیٹی سے میرا رشتہ ہو جانے کے بعد تم مجھ سے کوئی سرکاری راز حاصل کرو گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ میں تمہارے باتوں اپنی ذلت گوارا کروں گا۔ لیکن نہ راز مجھ سے نہیں ہو سکے گی۔۔۔۔۔"

"شاید تم کسی قدر ذہنی مریخ بھی ہو گے ہو۔ فضول باتیں سوچتے رہو۔ ہمارے بچے تمہاری سرکاری راز کوئی ہمت نہیں رکھتے، دوسرے سے راز ہی نہیں ہمارے لیے۔"

"پھر کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔؟"

"چھ بھی نہیں۔۔۔۔۔"

"تو پھر تمہیں میرے ستعلیٰ سے کیا سروکار۔۔۔۔۔؟"

"بہتری باتیں بدمشافہ ہی کی جاسکتی ہیں۔"

"تو بدمشافہ کرو۔۔۔۔۔؟"

"بھی وقت نہیں آیا۔" رہا۔۔۔۔۔ اپنی بہن سے کہہ دو کہ ڈسٹریٹ جنرل کی کہانی نہ سنائے۔"

"پہلے ہی تاکید کر دی ہے۔" شاید نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"تم سے یہی توقع تھی۔ تم نے خود بخود وہ بات بڑھادی، اکثر دہرائے بات چہیز بھی نہ تھی۔"

"میں بھجن میں بتا رہی ہوں۔۔۔۔۔"

"کیا میں تمہاری بھجن بھی رفع نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔۔۔"

"عمر نہ کہا ہے۔۔۔۔۔؟"

"میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔ عداقات نہیں ہونی۔"

"چھ۔۔۔۔۔ خد حفظ۔۔۔۔۔" کہہ کر دوسری طرف عاملہ منقطع ہو گیا۔

ادھر اس غیر ملکی نے اس سے عمران کے متعلق پوچھا تھا اور ادھر عمران فون پر ہانس پر سیا کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ دوسری طرف کورنیلیا کی آواز سنائی دی۔

"میں عمران ہوں۔۔۔۔۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ میں نے تمہیں کتنا تلاش کیا ہے۔۔۔۔۔ کہاں ہو تم۔۔۔۔۔؟"

"جہاں بھی ہوں۔۔۔۔۔ خطرے میں ہوں۔"

"کیوں۔۔۔۔۔؟ تمہیں کیا خطرہ ہے۔۔۔۔۔؟"

"پتا نہیں کیوں۔۔۔۔۔؟ اس دوران میں کچھ معلوم لوگ میرے دشمن ہو گئے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔"

"فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ یہ بتاؤ پولیس نے تمہارا پیچھا چھوڑا یا نہیں؟"

"لامحالہ چھوڑے گی۔۔۔۔۔ کیا تم نے آج کا اخبار نہیں دیکھا؟"

"میں وہاں ہوں جہاں اخبارات نہیں پہنچتے۔۔۔۔۔"

کورنیلیا نے اسے ملقا کی بازیابی کی خبر اخبارات کے تصوروں سمیت سنائی تھی۔

"عجیب نام ہے۔۔۔۔۔ ڈھمپ۔۔۔۔۔" عمران بولا۔

"نام ہی سے خوف ناک لگتا ہے۔ بہر حال اب پولیس میرا پیچھا چھوڑے گی اور ہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم محکمہ سراغ رسانی کے سب سے بڑے آفسر کے بیٹے ہو۔"

"تو پھر کیا سوچ رہی ہو۔۔۔۔۔ مجھ سے دوستی ختم کر دو گی؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب تو میں تم سے یہ درخواست کروں گی کہ مجھے اور میرے باپ کو اس مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش کرو۔"

"ضرور۔۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔ ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔ میں آؤں یا تم میرے گھر آ رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

"ایک گھنٹے بعد فون پر بتا دوں گا۔۔۔۔۔ اوکے۔۔۔۔۔" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ رحمان صاحب سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ لہذا گھر کے نمبر ڈائل کئے۔ اس وقت وہ آفس سے واپس آ چکے ہوں گے۔ دوسری طرف سے کال انہوں نے ریسیو کی تھی۔

"آپ اپنے آفس کے ٹیلی فون آپکچینج کی خبر لیجئے۔۔۔" عمران نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔۔۔" رحمان صاحب کی آواز آئی۔ "شاید کے ہٹ کا نمبران لوگوں تک اسی طرح پہنچا ہوگا۔ ہماری گفتگو سے قبل وہ قطعی طور پر نا علم تھے۔"

"لیکن آپ بھی اس سلسلے کی چھان بین نہ شروع کر دیجئے گا۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"اسی طرح ہم انہیں غلط راستوں پر ڈال کر بے نقاب کر سکیں گے۔"

"خیال تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ اچھی بات ہے فی الحال اس معاملے کو اتاری کرتا ہوں"

"قادر نے کیا بتایا۔۔۔۔۔؟"

"تین سو روپے کے عوض اس نے قاب میں اغافہ اور آدھا تیر رکھا تھا۔ کسی کے خانساں نے یہ کہہ کر

کہ اسے اس کام پر آمادہ کیا تھا وہ میرے ایک قریبی دوست کا خانساں ہے اور وہ قریبی دوست مجھ

سے ایک دلچسپ مذاق کرنا چاہتا ہے۔"

"کس کا خانساں تھا۔۔۔۔۔؟"

"قادر نشان دہی نہیں کر سکا تھا۔ بہر حال میں نے قادر کو ہر طرف کر دیا ہے۔"

"سلیمان کے لیے مڑوہ جانرا۔۔۔۔۔"

"کیا وہ بھی اس معاملے میں سنجیدہ ہے؟"

"مر جانے کی حد تک۔۔۔۔۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔۔۔ میں دیکھوں گا۔۔۔۔۔"

"اور ہاں۔۔۔۔۔ کنکشن کے تھانے کے انچارج کو ہدایت کر دیجئے۔ وہ ہانس پر سیا کی لڑکی کا چچا نہ

چھوڑے اس سلسلہ میں پوچھ گچھ جاری رکھے کہ وہ کارکس کی تھی جس میں مدد لقا کو لے گئی تھی۔"

"وہ تو ہوتا ہی رہے گا۔۔۔۔۔ اس گاڑی کی وجہ سے کیس ختم نہیں ہو سکتا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔۔۔۔۔"

پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ وہ اب

بھی سائیکو مینشن میں ہی مقیم تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے۔ جوزف نے کال

رہیو کی تھی۔

"سلیمان کو فون پر بلاؤ۔۔۔۔"

"میرا اس سے جھڑا ہو گیا ہے باس۔ میں اسے اطلاع نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔"

"کس بات پر جھڑا ہوا تھا۔۔۔؟"

"شادی کے مسئلے پر۔۔۔۔"

"آخاہ۔۔۔۔ تو کیا آپ بھی کنڈیڈ مٹ ہیں۔۔۔۔؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔۔"

"پھر کیا بات ہے۔۔۔۔؟"

"وہ کہہ رہا تھا کہ اپنی بیوی کو بھی اس فلیٹ میں لا کر رکھے گا۔"

"اچھا تو کیا کسی اور کے سپرد کر کے آئے گا؟"

"یہ بات نہیں ہے باس۔۔۔۔ فلیٹ میں میں بھی رہتا ہوں؟"

"ارے تو کیا تجھے اپنے اوپر اعتماد نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں ہے۔۔۔۔ بس میں ایسی جگہ نہیں رہ سکتا جہاں کوئی عورت بھی رہتی ہو۔"

"عورت کے پیٹ میں کیسے رہا تھا۔۔۔۔؟"

"اپنی مرضی سے نہیں رہا تھا۔۔۔۔"

"ارے تو کیا مجھ سے بھی جھڑا کرے گا؟"

"دیکھو باس۔۔۔۔۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔۔ یا یہاں وہ رہے گی یا میں رہوں گا۔"

"اگر یہ بات تھی تو پہلے ہی بتا دیتا۔ سلیمان کو کسی نہ کسی طرح اس پر راضی کر لیتا کہ تجھی سے شادی کر

لے۔ اب تو کچھ بھی نہیں کر سکتا اس کی بات چکی ہو گئی ہے۔"

"میں اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش کر لوں گا۔"

"ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بعد۔۔۔۔۔"

"ہائے میں کیا کروں۔۔۔۔؟"

"زیادہ بکواس کرے گا تو سات کی چار ہی بوتلیں رہ جائیں گی۔"

"میں تم سے تھوڑا سی کچھ کہہ رہا ہوں۔ خدا سے فریاد کر رہا ہوں۔"

"واقعی اس نے تجھے عورت نہ بنا کر بڑا ظلم کیا ہے۔۔۔"

اور جوزف دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا۔

"ابا و کجنت۔۔۔۔۔ ریسور رکھ دے۔۔۔۔۔ رکھ دے ریسور۔۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ تمہیں سننا پڑے گا۔۔۔۔۔" وہ روتا ہوا بولا۔

"خدا غارت کرے۔۔۔۔۔" عمران نے ریسور کریڈل پر میخ کر کہا۔ "کھوپڑی پکا کر رکھ دی

نالائقوں نے۔۔۔۔۔" اور اس طرح سر بہانے لگا جیسے گرمی چڑھ گئی ہو۔
